36

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

11 تا 17 ستمبر 2012ء/ 23 تا 29 شوال المکرم 1433ھ

اسلام کیا چاہتا ہے؟

’’اسلام کے پیش نظر یہ بات کبھی نہ رہی کہ وہ لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرے ـــــ البتہ اسلام صرف ’’عقیدہ‘‘ ہی نہیں ہے، بندوں کی بندگی سے انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ وہ اوّل روز سے ہی ایسے نظاموں اور ایسی حکومتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے جن کی بنیاد ہے، انسان پر انسان کی حاکمیت اور انسان کے لیے انسان کی عبودیت ـــــ پھر وہ افراد پر سے سیاسی دباؤ اٹھا لینے اور تفہیم و تبلیغ سے عقل و روح میں روشنی پہنچا دینے کے بعد انہیں عملاً آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی مرضی سے جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ خواہشات نفس کو اپنا الٰہ بنالیں یا خود اپنی پسند سے بندوں کی بندگی اختیار کرلیں! یا اللہ کے بجائے اپنے ہی اندر کے کچھ افراد کو اپنا رب بنالیں! ـــــ ایسا نظام جو دنیا میں انسانوں پر حکمرانی کرے، اُس کے لیے صرف اللہ کی عبودیت پر قائم ہونا شرط ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب شرائع و احکام صرف بارگاہ الٰہی سے حاصل کیے جائیں اور اس عالمگیر نظام کے سائے میں رہتے ہوئے ہی ہر فرد جو عقیدہ چاہے اپنائے! اسی طرح ’’دین‘‘ یعنی کامل تسلیم و رضا اور مکمل پیروی و بندگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکے گی۔‘‘

نقوشِ راہ

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

شام جل رہا ہے لیکن......

تاریخ کا سبق

فہم قرآن اور علمائے کرام

مذہبی پروگراموں میں میڈیا کا دین سے مذاق

حضرت ابوایوب انصاریؓ

اعلیٰ تعلیم اور جہیز نہیں، دینداری!

فضیلتِ مصالحت

الہدیٰ (528)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ یوسف

(آیات 19 تا 20)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَجَآءَتۡ سَیَّارَۃٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَھُمۡ فَاَدۡلٰی دَلۡوَہٗ ؕ قَالَ یٰبُشۡرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوۡہُ بِضَاعَۃً ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوۡہُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ دَرَاھِمَ مَعۡدُوۡدَۃٍ ۚ وَکَانُوۡا فِیۡہِ مِنَ الزّٰھِدِیۡنَ ﴿۲۰﴾

آیت ۱۹ وَجَآءَتۡ سَیَّارَۃٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَھُمۡ ’’اور (کچھ عرصہ بعد) ایک قافلہ آیا تو انہوں نے بھیجا اپنے آگے چلنے والے کو‘‘

جب قافلے چلتے تھے تو ایک آدمی قافلے کے آگے آگے چلتا تھا۔ وہ قافلے کے پڑاؤ کے لیے جگہ کا انتخاب کرتا اور پانی وغیرہ کے انتظام کا جائزہ لیتا۔ قافلے والوں نے اس ڈیوٹی پر مامور شخص کو بھیجا کہ وہ جا کر پانی کا کھوج لگائے۔ اس شخص نے باؤلی دیکھی تو پانی نکالنے کی تدبیر کرنے لگا۔

فَاَدۡلٰی دَلۡوَہٗ ؕ ’’تو اس نے لٹکایا اپنا ڈول۔‘‘

حضرت یوسفؑ نے اس کے ڈول کو پکڑ لیا۔ اس نے جب ڈول کھینچا اور حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو:

قَالَ یٰبُشۡرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوۡہُ بِضَاعَۃً ؕ ’’وہ پکار اٹھا کہ خوشخبری ہو! یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے چھپا لیا‘ ایک پونجی سمجھ کر۔‘‘

کہ بہت خوبصورت لڑکا ہے‘ بیچیں گے تو اچھے دام ملیں گے۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ ’’اور اللہ خوب جانتا تھا جو وہ کر رہے تھے۔‘‘

آیت ۲۰ وَشَرَوۡہُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ دَرَاھِمَ مَعۡدُوۡدَۃٍ ۚ وَکَانُوۡا فِیۡہِ مِنَ الزّٰھِدِیۡنَ ﴿۲۰﴾ ’’اور (مصر پہنچ کر) انہوں نے بیچ دیا اس کو بڑی تھوڑی سی قیمت پر چند درہم کے عوض‘ اور وہ تھے اس کے معاملے میں بہت ہی قناعت پسند۔‘‘

اگرچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مال تجارت سمجھ کر چھپایا تھا‘ مگر مصر پہنچ کر بالکل ہی معمولی قیمت پر فروخت کر دیا۔ اس زمانے میں درہم ایک دینار کا چوتھا حصہ ہوتا تھا۔ گویا انہوں نے چند چونیوں کے عوض آپؑ کو بیچ دیا۔ اس لیے کہ آپؑ کے بارے میں اُس وقت تک انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اس کی دو وجوہات تھیں‘ ایک تو آپؑ ان کے لیے مفت کا مال تھے جس پر ان لوگوں کا کوئی سرمایہ وغیرہ نہیں لگا تھا‘ لہٰذا جو مل گیا انہوں نے اسے غنیمت جانا۔ دوسرے ان لوگوں کو آپؑ کی طرف سے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ لڑکے کے وارث آکر کہیں اسے پہچان نہ لیں اور ان پر چوری کا الزام نہ لگ جائے۔ لہٰذا وہ جلد از جلد آپؑ کے معاملے سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بیمار پرسی کی فضیلت

قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَۃً إِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِيَ وَإِنْ عَادَہُ عَشِیَّۃً إِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیفٌ فِي الْجَنَّۃِ)) (جامع ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ’’جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

شام جل رہا ہے لیکن......

گزشتہ صدی کے اوائل میں اُمت مسلمہ کا سیاسی زوال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اکثر مسلم ممالک بلاواسطہ اور کچھ بالواسطہ دوسری اقوام کے غلام ہو چکے تھے۔ سلطنت عثمانیہ کا چراغ ٹمٹمارہا تھا۔ یورپ میں صنعتی انقلاب اس سے پہلے ہی آ چکا تھا۔ صنعتی ترقی کو مہمیز لگانے اور ایک دنیا پر اپنا تسلط جمانے اور اُسے اپنی تجارتی منڈی بنانے کے لیے انرجی کی دستیابی ناگزیر تھی۔ جزیرہ نمائے عرب میں سیال سونے (تیل) کی دریافت ہو چکی تھی لہٰذا بڑی قوتوں کی للچائی ہوئی نگاہیں عرب دنیا پر تھیں۔ عرب ازم کا نعرہ لگا کر اور علاقائی تعصب کو بڑھا چڑھا کر عرب دنیا کے حصے بخرے کیے گئے اور کئی جگہوں پر نئی سرحد بندی کی گئی۔

1917ء کے بالفور معاہدے کے تحت یہودیوں کو فلسطین میں بسنے اور جائیداد حاصل کرنے کا حق دے دیا گیا۔ گویا عربوں کا مستقل اور بدترین دشمن ان کے بیچ لا کر بٹھا دیا گیا۔ سائیکس پیکو معاہدے کے تحت یورپ نے جب عرب ممالک کی بندر بانٹ کی تو شام فرانس کے حصے میں آیا۔ فرانس نے ایک عرصہ تک وہاں حکومت کی۔ الاسد خاندان بنیادی طور پر انتہائی ابن الوقت خاندان تھا۔ انہوں نے بھی حکمرانوں یعنی فرانسیسیوں سے اپنے خاندانی تعلقات استوار کر لیے پھر ایک وقت آیا کہ الاسد خاندان فرانس ہی میں منتقل ہو گیا۔ فرانس نے شام کو آزادی دے دی لیکن فرانس کے شام پر اثرات قائم رہے۔ 1950ء میں الاسد خاندان کو واپس شام منتقل کر دیا گیا۔ حافظ الاسد نے شامی فضائیہ میں سروس اختیار کی۔ الاسد خاندان علوی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو شام میں اقلیت میں ہے اور اس کا آبادی میں تناسب 15 فیصد سے زائد نہیں ہے۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران حافظ الاسد وزیر دفاع تھا۔ 1971ء میں حافظ الاسد فرانس کی مدد سے برسر اقتدار آ گیا اور جلد ہی ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا۔ ایک ایسا ظالمانہ اور جابرانہ نظام قائم کیا جس کی جدید دور میں مثال نہیں مل سکتی۔ خفیہ ایجنسیاں ہر اس مرد یا عورت کو اٹھا کر لے جاتیں جو بھولے سے بھی حکومت کے خلاف ایک لفظ منہ سے نکال دیتے۔ اخوان المسلمون نے 1982ء میں بغاوت کر دی اس کے بعد بھی بعض مواقع پر اس ظالم حکومت کے خلاف بغاوت ہوئی جسے بری طرح کچل دیا گیا۔ اکثر اپنے شہریوں پر فضائیہ کے ذریعے بمباری کر کے انہیں بہت بڑی تعداد میں ہلاک کر دیا جاتا۔ حافظ الاسد نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے بشار الاسد کی حکمرانی کی راہ ہموار کر دی تھی۔ 2000ء میں اپنے والد کی موت کے بعد بشار الاسد صدر بنا۔ صاحبزادے کے دورِ حکومت میں ظلم وستم میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ساتھ اقربا پروری اور کرپشن بھی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ گزشتہ دو سال سے مختلف عرب ممالک میں جو عوامی تحاریک کا سلسلہ شروع ہوا ہے جسے عرب بہار کا نام دیا جا رہا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آنے والے وقت میں عربوں کے لیے بہار ثابت ہوتی ہے یا خزاں۔ بہرحال شام میں بھی الاسد خاندان کے خلاف عوامی جذبات کا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ بشار اپنے روایتی تشدد سے اسے کچل دینا چاہتے ہیں لیکن بُری طرح ناکام ہو رہے ہیں اور بشار الاسد کا جانا ٹھہر گیا ہے۔ اس لیے بھی کہ مقامی عوامی تحریک اپنی جگہ لیکن شام عالمی قوتوں کی زور آزمائی کا میدان بن چکا ہے۔ روس اور چین موجودہ حکومت اور امریکہ و یورپ اپوزیشن اور عوامی تحریک کی حمایت میں آمنے سامنے آ گئے ہیں۔ ہماری رائے میں نہ روس و چین کی بشار الاسد سے عزیز داری ہے اور نہ امریکہ و یورپ کو بے دردی سے مارے جانے والے

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

11 تا 17 ستمبر 2012ء — جلد 21
23 تا 29 شوال المکرم 1433ھ — شمارہ 36

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

مدیر: **ایوب بیگ مرزا**

نائب مدیر: **محبوب الحق عاجز**

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع:** رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مسلمانوں سے رتی بھر ہمدردی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے عالمی مفادات کے حصول اور انرجی کے قدرتی وسائل پر قبضہ کی یہ جنگ ہے۔

وہ سوویت یونین جو جنگ عظیم اول اور دوم کے بعد ایک زبردست قوت کی حیثیت اختیار کر گیا تھا مشرقی یورپ' نصف سے زائد عرب' بھارت اور بہت سے دوسرے ممالک اس کے حلقہ اثر میں تھے بلکہ یہ بھی اگر کہہ دیا جائے کہ پوری غیر جانبدار تحریک اس کی مٹھی میں تھی تو غلط نہ ہوگا۔ اس حوالہ سے دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کو ایک زبردست چیلنج کا سامنا تھا۔ لہٰذا سرمایہ دارانہ نظام کے رکھوالوں نے اس پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ حملے شروع کیے۔ چین اور سوویت یونین میں اختلافات پیدا کیے گئے' ایک سازش کے تحت اسے افغانستان میں گھسیٹا گیا اور دنیا بھر میں یہ نعرہ لگا کر الہامی مذاہب خطرہ میں ہیں۔ اس کے خلاف ایک مذہبی محاذ قائم کیا گیا۔ سوویت یونین نے بمشکل افغانستان کے کمبل سے نجات تو حاصل کر لی لیکن وہ سوویت یونین سے سکڑ کر صرف روس رہ گیا۔ شکست و ریخت اور معاشی بدحالی سے دوچار روس کو مردہ سمجھ کر نیٹو نے اگلا اعلانِ جنگ عالم اسلام کے خلاف کر دیا اور نائن الیون کا ڈرامہ رچا کر افغانستان میں داخل ہو گیا لیکن قرآن کی اس آیت کے مصداق ''یہ مکر کرتے ہیں اور اللہ اپنی چال چلتا ہے اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے''۔ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کی محافظ فوج جس نے نیٹو کے نام سے دنیا کا جینا محال کیا ہوا ہے وہ افغانستان میں بری طرح الجھ گئی اور دوسری طرف شکستہ حال روس کو پیوٹن جیسی شخصیت بطور لیڈر میسر آ گئی جس نے چند سالوں میں روس کو پھر ایک عالمی طاقت کی حیثیت سے کھڑا کر دیا۔ لہٰذا اسرائیل امریکہ اور یورپ کو اب دو محاذوں پر لڑنا پڑ رہا ہے۔ ایک طرف وہ توانائی کے حصول کی جنگ میں روس اور چین کو پیچھے دھکیل رہے ہیں دوسری طرف اگرچہ وہ افغانستان کے کمبل سے جان چھڑانا چاہتے ہیں لیکن چین اور روس کی وسطی ایشیا کی طرف پیش قدمی روکنے کے لیے کسی نہ کسی سطح پر افغانستان میں اپنی عسکری موجودگی کو یقینی بھی بنانا چاہتے ہیں اسی لیے طالبان سے مذاکرات کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔

اسرائیل کے اپنے مقاصد ہیں وہ سمجھتا ہے کہ اگر روس کو شام سے نکال دیا جائے تو گریٹر اسرائیل کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ سارے مشرق وسطیٰ میں صرف شام کی بندرگاہ طرطوس پر روسی فوجی اڈہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ پھر یہ کہ شام سے روس کے نکل جانے سے ایران مخالف حکومت شام میں قائم ہو سکتی ہے جس سے ایران کمزور پڑ جائے گا۔ ہماری رائے میں روس کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ بشار الاسد کا اب ٹکے رہنا ممکن نہیں اور اسے عوامی اور انقلابی قوتوں سے راہ و رسم بڑھانی چاہیے اگر شامی اپوزیشن اپنے ملک کے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے ایک حد تک روسی مفادات کے تحفظ کی یقین دہانی کرائے تو روس کو ظالم بشار الاسد کا ساتھ چھوڑ دینا چاہیے اور شام کی انقلابی قوتوں کو بھی یہ بات سمجھنا چاہیے کہ امریکہ کی مسلمانوں سے محبت عارضی اور منافقت پر مبنی ہوتی ہے انہیں ماضی میں افغانستان کے جہادیوں سے امریکہ کی محبت اور مفاد حاصل کرنے کے بعد ان کا بدترین دشمن بنا جانا۔ اس حوالہ سے امریکہ کے کردار کو دیکھنا چاہیے اور روس سے مناسب سطح پر اپنے تعلقات اُستوار کر کے بشار الاسد سے نجات حاصل کرنی چاہیے اگرچہ ہم روس کو مسلمانوں کا دوست کسی صورت قرار نہیں دے سکتے ہیں لیکن lesser evil کی بنیاد پر شام کے مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے روس سے معاملات کو بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں اُمت مسلمہ سے گزارش کریں گے کہ ہوش میں آئے' خوابِ خرگوش سے بیدار ہو اور یہ سمجھے کہ مشرق و مغرب میں محمد ﷺ کے نام لیواؤں کا کوئی دوست نہیں ایک ہی راستہ ہے وہ اپنے دوست خود بنیں' اپنے راستے کا انتخاب خود کریں' کبھی امریکہ اور کبھی روس کی آغوش میں گرنے کی بجائے کائنات کی سپریم قوت اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کریں اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر اس کی مدد و تائید حاصل کریں پھر یہ کہ جب تک علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

مسلم ممالک ایک بند مٹھی کی صورت اختیار نہیں کرتے۔ دوسری عالمی قوتیں انہیں اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی رہیں گی۔ خون مسلم بہتا رہے گا اور فائدہ غیر مسلموں کو پہنچتا رہے گا۔ یہاں ایک اور بات کا اعادہ ضروری ہے اولاً اگر امت مسلمہ ایک متحد قوت بن کر ابھرتی ہے تو موجودہ استحصالی عالمی سیٹ اپ قائم نہیں رہ سکے گا اور فرض کریں رہ بھی جائے تو کیا موجودہ عالمی قوتیں ایک بامعنی اور متحد امت مسلمہ کے ہوتے ہوئے عالمی سطح پر من مانی کر سکیں گی؟ کیا کوئی سلامتی کونسل اپنے ویٹو سے ہمیں بے بس کر سکے گی؟ ہرگز ہرگز نہیں! لہٰذا اگر ہمیں عراق' لیبیا' شام اور کرزئی کا افغانستان بننے سے بچنا ہے تو پہلے انفرادی اور ریاستی سطح پر حقیقی مسلمان بننا ہوگا پھر اُمت مسلمہ کے لیے خلافت کا ایک مرکز قائم کر کے عالم اسلام کو ایک وحدت کی شکل دینا ہوگی۔ اگر اُمت مسلمہ ایک وحدت صورت اختیار نہیں کرتی تو عالمی استعمار ڈربے سے ایک ایک مرغی نکال کر ذبح کرتا رہے گا اور باری آنے سے پہلے تک بچ جانے والی مرغی خود کو خوش قسمت سمجھتی رہے گی۔ کل عراق اور لیبیا جل رہے تھے آج شام جل رہا ہے لیکن کیا ہم عالم اسلام کے راکھ کا ڈھیر بننے تک خاموش تماشائی بنیں رہیں گے۔

تاریخ کا سبق

سورۃ القمر کی آیات 18 تا 45 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 31 اگست 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ماہ رمضان سے پہلے قرآن مجید کی آخری منزل کی سورتوں کا مطالعہ جاری تھا۔ سورۂ قٓ سے شروع کر کے سورۂ قمر تک پہنچے تھے۔ سورۂ قمر کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ اس سورت مبارکہ میں ایک آیت چار بار آئی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾

"اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟"

اس آیت کے حوالے سے خاص طور پر ایک اضافی لیکچر بھی ہوا تھا۔ بعد ازاں ماہ رمضان کا آغاز ہوا تو خطبات جمعہ اسی ماہ مبارکہ کے حوالے سے ہوئے۔ اب ہم وہیں سے اپنا سلسلہ جوڑتے ہوئے سورۂ قمر کے مطالعہ کو آگے بڑھائیں گے۔ اس سورت کے کل 3 رکوع ہیں۔ 17 آیات ہم پڑھ چکے ہیں، ان آیات میں شق قمر کے معجزہ کا ذکر تھا۔ وہ معجزہ اس انداز سے ہوا تھا کہ منٰی کے میدان میں حضورؐ کے پاس سرداران قریش میں سے کچھ افراد موجود تھے۔ انہوں نے کہا کوئی معجزہ دکھایئے۔ آپؐ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دو ٹکڑے ہو گیا۔ شق قمر کے معجزہ کے ذکر سے بتایا یہ گیا ہے کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی ان کی ڈھٹائی کا یہ عالم تھا کہ ایمان لانے کو تیار نہیں ہوئے۔ بات ان کی سمجھ میں آ چکی تھی، انکار کا سبب کچھ اور تھا۔ وہ اپنی چودھراہٹ، اپنے تعصبات اور اپنے مفادات سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے۔ لہٰذا اس کی بھی تاویل کر لی کہ اے محمدؐ تم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو معجزہ نہیں مانتے۔ یہاں سے سورۃ کا آغاز ہوا تھا۔ اس کے بعد قرآن مجید کے حوالے سے ذکر ہے کہ یہ "حکمة بالغة" ہے۔ درحقیقت قرآن دلنشین حکمت ہے، دل میں اتر جانے والا پیغام حکمت ہے، جو انسان کی فطرت سے مکمل مطابقت رکھنے والا ہے۔ اس کے بعد مکی سورتوں کے مستقل مضامین میں سے ایک مضمون آیا ہے یعنی سابقہ قوموں کا تذکرہ جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور ان اقوام نے رسولوں کی تکذیب کی، اللہ کی آیات اور اللہ کی وحی کا انکار کیا۔ پھر ان کا جو انجام ہوا اس سے اہل عرب خوب واقف تھے۔ یہ ان کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ انہیں ان قوموں کے انجام کی طرف متوجہ کیا گیا کہ یہ قومیں تعداد، قوت اور طاقت کے اعتبار سے بھی تم سے بہت بڑی تھیں، بڑی بڑی تہذیبیں تھیں، اس میں آل فرعون جیسی قوم بھی تھی۔ لیکن جب اللہ کے مقابلے پر آئے اور رسولوں کا انکار کیا تو پھر دنیا میں اُن کا جو حشر ہوا وہ تم جانتے ہو، اس سے سبق حاصل کرو۔ اگر قرآن کو سن کر بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں، شق قمر کا معجزہ دیکھ کر تم اس کی تاویل کر کے اس سے اعراض کرتے ہو، لیکن تم تاریخ سے تو صرف نظر نہیں کر سکتے، سابقہ قوموں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا یہ تم خوب جانتے ہو۔ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو یہی انجام تمہارا بھی ہوگا۔ یہ موضوع قرآن بار بار Repeat کرتا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں بھی سابقہ اقوام کا ذکر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہم نے پڑھا۔ اب آیت نمبر 18 سے ہم مطالعہ کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہاں قوم عاد کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ﴾

"عاد نے بھی تکذیب کی تھی سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا"

قوم عاد نے بھی اللہ کے پیغام کو جھٹلایا تھا، اور اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۱۹)﴾

"ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی۔"

اللہ نے قوم عاد پر ایک بڑی تیز ہوا بھیج کر انہیں ختم کر دیا۔ وہ سخت دن ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

﴿تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۲۰)﴾

"وہ (ہوا) لوگوں کو (اس طرح) اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔"

یہاں پر ایک نکتہ ہے کہ کیا کچھ دن نحوست والے بھی ہوتے ہیں؟ اصولی طور پر سمجھ لیجیے کہ کوئی دن فی نفسہٖ نحوست والا نہیں ہے۔ جو دن ان پر مسلط کیا گیا یعنی جو آندھی کا عذاب ان پر آیا تھا، وہ مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہا، یہاں تک کہ سب ہلاک ہو گئے۔ آٹھ دن اور سات راتوں میں تو ہفتے کے پورے دن آ گئے پھر تو سارے دن منحوس ہو گئے۔ دراصل اپنی ذات میں کوئی دن منحوس نہیں ہے۔ ہاں اُن کے لیے وہ عرصہ نحوست کا باعث بنا جس میں وہ آندھی چلتی رہی۔ وہ اللہ کا قہر تھا جو ان کے لیے باعثِ نحوست تھا۔ لیکن اس

اعتبار سے کہ کیا کوئی دن سعد یا کوئی دن نحس ہے، علماء کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ سارے دن برابر ہیں۔

﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (۲۱) ﴾

”سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔“

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۲۲)﴾

”اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟“

ان آیات کو سن کر یقینی طور پر ان کے اندر ایک ہلچل برپا ہو جاتی تھی۔ اس لیے کہ یہ دل میں اُترنے والا کلام ہے۔ لیکن ڈھیٹ بن کر ضد کے باعث انکار کر رہے ہیں۔ آگے قوم ثمود کا ذکر ہے، فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ (۲۳)﴾

”ثمود نے بھی ہدایت کرنے والوں کو جھٹلایا۔“

﴿فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ (۲۴)﴾

”اور کہا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے ہم اس کی پیروی کریں؟ یوں ہو تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔“

یہی بات اہل مکہ نے کہی۔ اگرچہ سارے افراد یہ نہیں کہہ رہے تھے بلکہ ایک طبقہ کہہ رہا تھا یعنی سرداران قریش اور مکہ کے بڑے بڑے چودھری بھی قوم ثمود کی طرح کہہ رہے تھے کہ محمدؐ بھی ہم جیسے انسان ہیں ان پر وحی کیسے آسکتی ہے؟ اور اگر ہم ان کی پیروی کرنے لگ گئے تو ہم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہیں ہے۔ قرآن نے یہاں دراصل ان کے تضاد کو بھی نمایاں کیا ہے کہ تم خود تو نبی اکرم ﷺ کی پیروی سے اس بنا پر انکاری ہو کہ وہ انسان ہیں جبکہ خود قوم سے مطالبہ کر رہے ہو کہ آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے آجاؤ۔ جبکہ رسول ﷺ پر اعتراض ہے کہ اپنے جیسے انسان کی پیروی کرنا حماقت ہے۔ یہ وہ تضاد تھا جسے قرآن نے اُجاگر کیا:

﴿ ءَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ (۲۵) ﴾

”کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے۔“

اپنے پچھلے اعتراض کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہتے تھے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پوری قوم میں اسی ایک شخص پر آ رہا ہے۔ حالانکہ یہ اتمام حجت کے طور پر تھا۔ یہ اللہ کی سنت ہے اللہ کے رسول اسی قوم میں پیدا ہوتے تھے اور عموماً چالیس سال کی عمر میں نبوت دی جاتی تھی۔ یہی بات حضورؐ سے کہلوائی گئی کہ میں نے تمہارے درمیان ایک عمر گزاری ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا اخلاق کیا ہے، میرا کردار کیا ہے، تم نے خود مجھے الصادق اور الامین کا خطاب دیا تھا۔ اب جبکہ میں اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں تو تم مجھے جھوٹا قرار دے رہے ہو۔ ان کی اس گفتگو کے استدلال کے اندر بھی بنیادی طور پر کمزوری ہے۔ یقیناً یہ کہتے ہوئے خود ان کی زبان لڑکھڑائی ہوگی۔ کیونکہ آپؐ کا پورا بے داغ ماضی اور اعلیٰ کردار قوم کے سامنے موجود تھا۔ اصل حقیقت تو ان پر منکشف تھی کہ آپؐ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کا یہ انکار شعوری اور ڈھٹائی کے ساتھ تھا۔

﴿سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ (۲۶)﴾

”ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

ذکر تو ہو رہا ہے قوم ثمود کا جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن سنایا جا رہا ہے قریش مکہ کو کہ کل تک تم انہیں الصادق اور الامین کہتے تھے اور اب کہتے ہو کہ یہ قرآن خود گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (معاذ اللہ) جیسے قوم ثمود کا حشر ہوا تھا تمہیں بھی جلد پتہ چل جائے گا کہ کون جھوٹا تھا اور کون شیخی خورہ۔

﴿ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ (۲۷)﴾

”(اے صالحؑ) ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو۔“

اب خطاب ہے حضرت صالحؑ سے کہ آپؑ ذرا ان پر نظر رکھیے اور صبر کے ساتھ ان کے انجام کا انتظار کیجیے۔

﴿ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (۲۸)﴾

”اور ان کو آگاہ کر دو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے ہر (باری والے کو اپنی) باری پر آنا چاہیے۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو جو اونٹنی عطا کی تھی، وہ ان کے اس مطالبے پر تھی کہ سامنے چٹان میں سے ایک اونٹنی برآمد ہو جو حاملہ ہو اور وہ اسی وقت بچہ جنے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ بعینہٖ یہ معجزہ انہیں دکھا دیا گیا۔ اسی لیے اس اونٹنی کو اللہ نے کہا ناقۃ اللہ یعنی وہ اللہ کی اونٹنی تھی، وہ عام اونٹنی نہیں تھی۔ جب وہ کھانے پہ آتی تو پورا کھیت چر جاتی تھی۔ پانی پینے لگتی تو کنویں کو خشک کر دیتی۔ پیغمبرؑ کے ذریعے انہیں پیغام دے دیا گیا کہ پانی کا معاملہ اب تقسیم ہوگا۔ ایک دن باری ہوگی اونٹنی کی اور ایک دن ساری قوم اور ان کے مویشی پانی استعمال کریں گے۔

﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ (۲۹)﴾

”تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا اور اس نے (اونٹنی کو) پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔“

انہیں یہ وارننگ بھی دے دی گئی تھی کہ اگر اس اونٹنی کو کوئی نقصان پہنچایا تو پھر تم پر عذاب آئے گا۔ ان سے یہ پابندی برداشت نہ ہوئی چنانچہ ایک شخص کو انہوں نے آمادہ کر لیا۔ قدار بن سالف قوم کا ایک بڑا غنڈا اور بدمعاش تھا، اسے کہا کہ اب تم ہی ہمارا معاملہ کرو اور اس اونٹنی سے ہمیں نجات دلاؤ۔ اس نے وار کیا اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اس بدبختی پر ان کا آخری انجام ظاہر ہوا۔ فرمایا:

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (۳۰) إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ (۳۱)﴾

”سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر (عذاب کے لئے) ایک چیخ بھیجی تو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔“

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس عذاب میں زلزلہ بھی تھا اور اس کے ساتھ ایسی خوفناک گڑگڑاہٹ تھی کہ جو جہاں تھا وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ اور وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ جسے کوٹ کوٹ کر بالکل روند دیا گیا ہو۔

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۳۲)﴾

”اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟“

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ (۳۳) إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ (۳۴)﴾

”لوطؑ کی قوم نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا تھا۔ تو ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی مگر لوطؑ کے گھر والوں کو ہم نے پچھلی رات ہی سے بچا لیا۔“

سابقہ قوموں کے واقعات بڑی تفصیلی سے طویل مکی سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ مختصر سورت

ہے یہاں بڑے اختصار کے ساتھ پورے واقعے کو چند آیات کے اندر سمو دیا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی انکار کیا اور پوری قوم ہلاک کر دی گئی لیکن لوطؑ اور ان کے گھرانے کو بچا لیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اپنے گھر والوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا۔ البتہ یہاں ایک استثناء ہے جو قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا انجام کفار کے ساتھ ہوا، اس لیے کہ اس کی ہمدردیاں قوم کے ساتھ تھیں۔

﴿ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ (۳۵) ﴾

"اپنے فضل سے شکر کرنے والے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔"

یعنی جو ایمان لے آتے ہیں اللہ ان کو عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ آگے واقعہ کی تفصیل ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (۳۶) ﴾

"اور (لوطؑ نے) ان کو ہماری پکڑ سے ڈرا بھی دیا تھا، مگر انہوں نے ڈرانے میں شک کیا۔"

آج بھی عملاً صورتحال یہی ہے۔ علمائے کرام قرآن کا پیغام سنا رہے ہیں کہ اللہ کا عذاب بھی آ سکتا ہے، دنیا میں بھی پکڑ آسکتی ہے۔ اصل میں پکڑ تو آخرت میں ہونی ہے۔ لیکن جو کچھ ہم دنیا میں کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنانے کے مترادف ہے۔ آج مسلمانوں کے اندر ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی آخرت کا عملی طور پر انکار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار، اس کی قوت اور اس کے عذاب کا بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر رہے ہیں۔ حضرت لوطؑ کی قوم نے بھی یہی روش اختیار کی۔

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ (۳۷) ﴾

"اور ان سے ان کے مہمانوں کو لے لینا چاہا۔ تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں سو (اب) میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو۔"

جو فرشتے عذاب کے لیے آئے تھے وہ نوجوان لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ اس قوم کا اصل مرض یہی تھا۔ چنانچہ انہوں نے بُرے ارادے سے ان نوجوان مہمانوں کو حضرت لوط علیہ السلام سے حاصل کرنا چاہا۔ حضرت لوط علیہ السلام بہت پریشان ہوئے کیونکہ انہیں بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس واقعے کا تذکرہ تفصیل سے قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر آیا ہے کہ قوم اس درجے گھٹیا پن پر اُتری ہوئی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام پر انہوں نے پورا دباؤ ڈالا کہ اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دو اور اس کے لیے وہ آخری حد تک جانے کے لیے تیار تھے۔ اس وقت فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی کہ گھبرائیے نہیں ہم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان پر عذاب کا آغاز ہوا تو جو لوگ آگے بڑھ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو چھیننا چاہتے تھے، ان کی آنکھیں مسخ ہو گئیں۔ وہ اندھے ہو کر اب دائیں بائیں گرنے لگے۔

﴿ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (۳۸) ﴾

"اور ان پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آ نازل ہوا۔"

صبح کے وقت ان پر وہ عذاب آیا جو رُکنے کا نام نہ لیتا تھا یعنی جب تک ایک ایک شخص ہلاک نہیں ہو گیا پتھروں کی بارش جاری رہی۔ سورۂ حجر میں یہ مضمون آیا ہے کہ ہم نے اس بستی کے نچلے حصے کو اٹھا کر اوپر والا بنا دیا اور اوپر والے کو نیچے کر دیا۔ اس کے بعد اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ اس بستی کے پاس سے قریش کے قافلے گزرتے تھے۔ سرداران قریش کو خوب معلوم تھا کہ یہ بستی والے کون تھے اور ان کا جرم کیا تھا۔

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۴۰) ﴾

"اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔"

اب آخر میں آل فرعون کا تذکرہ آ رہا ہے۔ رسولوں میں سے جن چھ رسولوں کا تذکرہ قرآن بار بار کرتا ہے۔ ان میں سے صرف حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ اس سورۂ مبارکہ میں نہیں ہے۔ باقی سب کا ذکر ہے۔ قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط علیہ السلام کے بعد اب آل فرعون کا ذکر ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جَاۗءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (۴۱) ﴾

"اور قوم فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے۔"

آل فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے۔

﴿ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ (۴۲) ﴾

"انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جس طرح ایک قوی اور غالب شخص پکڑ لیتا ہے۔"

فرعون، قارون اور اس کے درباریوں نے اللہ کی آیات اور معجزات کو جھٹلایا۔ یہاں آیات اور نشانیوں کی تفصیل نہیں ہے لیکن قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر ہے۔ دو معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ ایک عصا کا معجزہ اور دوسرے ید بیضا کا۔ عصا کے معجزے کے مقابلے میں قوم نے جادوگروں کو جمع کیا تھا اور انہیں شکست ہوئی تھی۔ مزید برآں قوم کو جھنجوڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے۔ جب انہوں نے تمام نشانیوں اور آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انہیں پکڑا ایک بڑے ہی بااختیار ہستی کی طرح جو بلاشبہ سب پر حاوی، مقتدر اور غالب ہے۔ خاص طور پر نوٹ کیجیے کہ فرعون کا اصل مسئلہ کیا تھا۔ وہ کہتا تھا "انا ربکم الاعلیٰ" میں تمہارا رب ہوں، اقتدار میرے پاس ہے، کل اقتدار کا مالک میں ہوں۔ اپنے سوا میں نہیں جانتا کہ کوئی اور تمہارا رب ہے یا کوئی اور تمہارا مقتدر ہے۔ اسی لیے یہاں قوت اور غلبے والی پکڑ کا ذکر ہے کہ فرعون کو ہم نے پکڑا تو پھر کون ہے جو اس کی گرفت سے نکل سکے۔

﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰۗىِٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاۗءَةٌ فِي الزُّبُرِ (۴۳) ﴾

"کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے (پہلی) کتابوں میں کوئی فارغ خطی لکھ دی گئی ہے؟"

قریش سے کہا جا رہا ہے کہ تم میں جو لوگ اس قرآن کا اور نبیؐ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں کیا یہ ان سابقہ قوموں سے زیادہ طاقتور یا بڑھ چڑھ کر ہیں جو ہلاک کی گئیں۔ ابوجہل یا سرداران قریش کی حیثیت قوم عاد، قوم ثمود اور آل فرعون سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا تمہارا اقتدار، غلبہ، قوت، سلطنت اور حکومت ان اقوام کی افواج اور حکومت سے بڑھ کر ہے؟ ظاہر ہے کہ ان سابقہ قوموں کے مقابلے میں قریش کا غلبہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ ٹھیک ہے عرب کے علاقے میں انہیں مذہبی اور ایک درجے میں سیاسی قیادت کا مقام حاصل تھا۔ لیکن نہ کوئی باقاعدہ حکومت، نہ افواج اور نہ کوئی نظام تھا۔ تم سے پہلے جو بڑی بڑی قومیں گزری ہیں وہ تو ان معاملات میں بہت آگے تھیں۔ کیا تم ان سے زیادہ قوت

واقتدار کے مالک ہو جو اللہ کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ آخر تم کیوں پچھلی قوموں سے سبق حاصل نہیں کر رہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ سے ٹکر لے سکتے ہو اور اللہ کے عذاب کو ٹال سکتے ہو۔ یہ دراصل جھنجوڑنے کا انداز ہے۔ آگے مزید جھنجھوڑا کہ کیا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے براءت نامہ لکھ دیا ہے۔ سابقہ قومیں تو انکار کی پاداش میں ہلاک کی جائیں۔ لیکن کیا قریش کو ہلاک نہیں کیا جائے گا؟

اب اس کو دورِ حاضر پر منطبق کیجئے۔ آج بھی دنیا میں بڑے بڑے فرعون اور نمرود موجود ہیں اور کیا آج کوئی قوت ایسی ہے جو اللہ سے ٹکر لے سکے۔ مسلمان تو مانتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے، کل قوت کا مالک وہ ہے۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ وہ غیر کے آگے سر جھکا رہا ہے۔ یہ نصیحت اس وقت ہمارے لیے ہے۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (٤٤)﴾

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے۔''

اگرچہ خطاب قریش سے ہے کہ کیا تمہیں یہ زعم ہے کہ تم اللہ سے انتقام لے سکتے ہو۔ لیکن آج اکثر مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ کیا امریکہ اور اس کے حواری اللہ تعالیٰ سے زیادہ بڑھ کر طاقتور ہو گئے ہیں کہ تم ان کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر خیر مناؤ۔ دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی تمہارا مقدر ہوگی۔ تم پچھلی قوموں سے سبق نہیں سیکھ رہے۔ سابقہ قوموں کے واقعات سبق آموزی کے حوالے سے اس وقت بھی مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے والے ہیں۔ ہم اسی سوچ میں ہیں کہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ کوئی بارگین کر لیں۔ امریکہ ہمیں جوتے مار رہا ہے، ذلیل کر رہا ہے لیکن ہم اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ کسی طریقے سے ان کے ساتھ معاملہ طے کر لیں۔ آج کل پھر مذاکرات ہو رہے ہیں اور دوسری طرف ڈرون حملوں کی برسات ہے۔ لیکن ہم بالکل بے غیرت ہو کر سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ امریکہ جن افراد کو ٹارگٹ کر رہا ہے کیا ان کو مارنے کا اسے حق ہے۔ اگر ان کا خیال ہے کہ انہوں نے ان کے خلاف کارروائیاں کی ہیں تو زیادہ سے زیادہ ان کو پکڑ کر مقدمہ چلانے کا حق ہے۔ ان حملوں میں بے شمار بے گناہ بچے، عورتیں کیڑے مکوڑوں کی طرح مارے جاتے ہیں وہ الگ ہے۔ ہم بے حمیت اور بے غیرت بن کر یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ کیا امریکہ بڑی قوت ہے کہ ہم اس سے ٹکر نہیں لے سکتے۔ سب سے بڑی قوت اللہ کی ہے۔ امریکا اس قوت سے بڑا نہیں۔ کیا امریکا اللہ سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ امریکہ تو چند ہزار طالبان کو زیر نہیں کر سکا۔ بلکہ امریکا نے پوری دنیا کے ساتھ مل کر زور لگا لیا۔ دنیا تو کہہ رہی ہے کہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو افغانستان میں ناکامی ہوئی ہے، اب افغانستان کا وزیر خارجہ عبداللہ عبداللہ بھی صاف کہہ رہا ہے کہ امریکہ اور نیٹو کو ناکامیاں ہو رہی ہیں اور اُن کی جیت کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ طالبان کے پیچھے کون ہے؟ وہی جو امریکہ اور نیٹو سے بڑی قوت ہے۔ ہم کیوں امریکہ کے آگے سٹینڈ نہیں لے سکتے۔ اگر ان کا ایک ڈرون گرا دیں تو ان کی عقل ٹھکانے آ جائے گی۔ لیکن ہم طالبان کے ساتھ اللہ کی مدد اور امریکہ کی ناکامی سے سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قرآن اسی بات کو بار بار واضح کر رہا ہے کہ سابقہ قوموں سے عبرت اور سبق آموزی حاصل کرو۔ آگے فرمایا:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (٤٥)﴾

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

کہہ دیا گیا کہ نبیؐ انہیں بتا دیجیے کہ اگر کفار، مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سب کے سب لشکر جمع ہو کر آ جائیں، عنقریب شکست کھائیں گے اور پیٹھ موڑ کر بھاگیں گے۔ یہ مکی سورت ہے، اس موقع پر اللہ انہیں بتا رہا ہے کہ ابھی تمہیں مہلت دی جا رہی ہے لیکن بالآخر وہ پکڑے گا۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں حضور ﷺ نے ساری رات دعا مانگی ہے۔ اس لیے کہ وہ مقابلہ بالکل uneven تھا۔ تعداد کے اعتبار سے تو مسلمان ون تھرڈ تھے لیکن اسلحہ کے اعتبار سے بھی کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ کفار پوری تیاری سے آئے تھے اور یہ نہتے تھے۔ 313 کے لشکر میں آٹھ تلواریں تھیں۔ دوسری طرف ایک ہزار کا لشکر جو پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ آپؐ نے ساری رات دعا مانگی کہ پروردگار یہ 15 سال کی کمائی ہے اس کو غلبہ عطا فرما۔ صبح کے وقت بشارت ملی اور حضور ﷺ کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝﴾ آپ کی زبان سے یہ آیت سن کر مسلمانوں کو بہت سکون اور اطمینان ہوا، پھر جو اللہ کی مدد آئی وہ سب کو معلوم ہے۔ اللہ نے جو یہ وعدہ کیا تھا اس کا پہلا ظہور غزوۂ بدر کے موقع پر ہوا۔ اس کے بعد غزوۂ احزاب کے موقع پر ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔ غزوۂ بدر سن 2 ہجری میں پیش آیا جبکہ غزوۂ احزاب 5 ھ میں ہوا۔ بدر میں تو صرف قریش آئے تھے، غزوۂ احزاب میں پورا عرب اکٹھا ہو گیا تھا۔ ایک مہینے تک محاصرہ رہا لیکن ایک رات ایسی آندھی چلی کہ ان کے خیموں میں آگ لگ گئی۔ ان کے مویشی رسیاں تڑوا کر بھاگ گئے اور صبح کے وقت میدان صاف تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کی قوت بہت کم تھی لیکن انہیں تسلی دے دی گئی تھی کہ جیسے سابقہ رسولوں کے ساتھ اللہ کی خاص مدد تھی اسی طریقے سے حضور ﷺ کے ساتھ اس سے بڑھ کر معاملہ ہے۔ بالآخر دشمن ناکام ہوگا۔ بعینہٖ موجودہ دور میں یہی ناکامی بالآخر ان تمام شیطانی قوتوں کے حصے میں آئے گی جو اس وقت دنیا میں اسلام کے چراغ کو گل کرنے کے درپے ہیں۔ افسوس اس وقت عالم اسلام کے اندر سے ایک بڑا طبقہ ان کا ساتھ دے رہا ہے۔ اکثر مسلم حکمرانوں کے حال کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ الجزیرہ ٹی وی پر شام کے ایک نمائندے نے انٹرویو دیتے ہوئے کچھ عرصہ پہلے یہ الفاظ کہے تھے کہ شام میں بشار الاسد کی قوت اتنی مضبوط ہے کہ فوج کبھی بغاوت نہیں کر سکتی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ فرشتے اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے باغی بن سکتے ہیں لیکن شام کی فوج بشار الاسد کو نہیں چھوڑ سکتی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اب معلوم ہوا ہے کہ اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ اس کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ لیکن وہ اپنے مخالفین پر جو مظالم ڈھا رہا ہے اس کی تفصیل آتی ہے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال عرب ممالک میں اب کھل کر یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ یہ وہ جنگیں شروع ہو گئی ہیں جن کے نتیجے میں خروجِ دجال ہوگا اور امام مہدی کا ظہور اور حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا۔ احادیث میں آج کے معاملات کے حوالے سے جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اس کی تفصیل میں ان شاء اللہ اگلے جمعہ عرض کروں گا۔

(مرتب: فرقان دانش)

فہم قرآن اور علمائے کرام

ضمیر اختر خان

قرآن مجید فرقان حمید اللہ تعالیٰ کا نوع انسانی کے نام آخری پیغام ہے جو نبیٔ اکرم ﷺ پر کم و بیش 23 سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑا معجزہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی خود تلاوت فرمائی، اس کو بیان فرمایا، اس کے احکام کو کھول کر سمجھایا، اس کی تعلیمات پر عمل کیا اور کروایا۔ تمام انسانوں کی کامیابی کا انحصار اس مقدس کلام کو منجانب اللہ ماننے، اس کو پڑھنے، اس پر انفرادی و اجتماعی سطح پر عمل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے پر ہے۔ آج کل ہم مسلمان صرف زبانی طور پر قرآن مجید کو مانتے ہیں جو کہ ایمان کے اعتبار سے تو بنیادی بات ہے، مگر دیگر تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اس بارے میں اللہ کے ہاں قیامت کے دن ہماری سخت جوابدہی نہ ہو جائے۔ قرآن مجید چونکہ عربیٔ مبین میں نازل ہوا ہے، جو سیکھنے کے اعتبار سے دنیا کی آسان ترین زبان ہے۔ ایک عام پڑھا لکھا شخص کسی عالم سے محنت کر کے آسانی سے عربی سیکھ سکتا ہے۔

عجمی مسلمانوں کے لیے عربی سیکھے بغیر قرآن کا فہم حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس کا وقتی حل علمائے اسلام نے یہ ڈھونڈا کہ انہوں نے قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر لکھ کر عامۃ الناس کے لیے قرآن فہمی میں آسانی پیدا کر دی ہے۔ ہماری اپنی قومی زبان اردو میں انتہائی آسان تراجم وتفاسیر موجود ہیں۔ تمام مسالک کے علماء نے اپنے اپنے مسلکی ذوق کے مطابق مختلف انداز میں تفاسیر لکھی ہیں۔ سب کی غرض ایک ہے کہ عربی سے ناواقف لوگوں کے لیے سہولت پیدا ہو اور وہ اللہ کے کلام سے استفادہ کر سکیں۔ جن تفاسیر کو قبول عام ملا ان میں تفسیر عثمانی (از علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)، معارف القرآن (از مفتی محمد شفیعؒ)، معارف القرآن (از مولانا ادریس کاندھلویؒ)، بیان القرآن (از مولانا اشرف علی تھانویؒ)، درس قرآن (از مولانا محمد احمدؒ)، تفہیم القرآن (از مولانا مودودیؒ)، تدبر قرآن (از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)، ضیاء القرآن (از پیر کرم شاہ الازہریؒ) اور تیسیر القرآن (از مولانا کیلانیؒ) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے حضرات نے قرآن مجید کے حوالے سے کام کیا ہے۔ 2009ء میں مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے ''آسان ترجمۂ قرآن، تشریحات کے ساتھ'' لکھ کر مسلمانان پاکستان پر خصوصاً اور اردو سمجھنے و پڑھنے والوں پر عموماً بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ فہم قرآن کے سلسلے میں ایک اور کتاب بعنوان ''قرآن کے کثیر المعانی الفاظ، ان کی لغوی تشریح اور وجوہ استعمال'' حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے۔ یہ مولانا صابر شاہ فاروقی کی عالمانہ تالیف ہے۔ موصوف علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا تعلق ضلع صوابی سے ہے۔ آپ کے والد مرحوم قاضی حسن شاہ علاقے کے معروف عالم دین تھے۔ مولانا صابر نے تعلیمی مراحل ملک کے معروف دینی اداروں دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک اور مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی میں طے کیے اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے نامی گرامی علماء کرام سے استفادہ کیا ہے جن میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن المینویؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان المینویؒ اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نمایاں ہیں۔ قرآن مجید کی خدمت علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہر دور میں یہ سعادت علمائے کرام حاصل کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ قرآن سے استفادہ کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اس ضمن میں علمائے کرام کی تصنیفات کی طرف رجوع کرنے سے ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ اکیلے تفسیر یا ترجمہ پڑھتے ہوئے جہاں کوئی اشکال پیش آئے تو فوراً علماء سے پوچھ لیا جائے۔ تاکہ غلط فہمی سے بچا جا سکے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ علماء نے قرآن کو سمجھانے کے حوالے سے بہترین کام کیا ہے۔ اس ضمن میں مساجد کے ائمہ کرام اور خطباء عظام اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر ایک ایک رکوع کسی بھی مستند ترجمہ وتفسیر سے پڑھ کر مقتدیوں کو سنائیں، اس سے ان شاء اللہ قرآن سے استفادے کی راہیں ہموار ہوں گی۔

امت کی موجودہ پستی کا اصل اور بنیادی سبب قرآن سے دوری اور آپس کے اختلافات ہیں۔ برعظیم پاک و ہند کے اکابرین علماء کی رائے اس ضمن میں قابل توجہ ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کی یہی رائے تھی جو انہوں نے جیل کی تنہائیوں میں غور و فکر کے نتیجے میں قائم کی تھی کہ امت مسلمہ کے زوال کا سبب قرآن کو ترک کرنا ہے اور پھر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ عوامی دروس قرآن کے حلقے قائم کر کے رجوع الی القرآن کی مہم شروع کریں گے۔ ان کی اس مبارک خواہش کی تکمیل کسی درجے میں ان کے تلامذہ نے اس طرح کی کہ قرآن کے آسان اور عام فہم تراجم کثیر تعداد میں منظر عام پر آگئے۔ دینی مدارس کے ذریعے بھی یہ خدمت انجام دی گئی۔ یہ شیخ الہند کی فکر کی بازگشت ہی لگتی ہے کہ علمائے کرام مدارس میں تخصص فی القرآن کے حوالے سے سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب دینی مدارس میں تخصص فی الفقہ کی طرز پر تخصص فی القرآن والحدیث بھی شروع ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی مختصر مگر جامع تالیف ''اتحاد امت'' میں حضرت شیخ الہندؒ کی تشخیص کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے اور ان سے امت کے امراض کی تشخیص کے حوالے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اختلاف امت کا سبب بھی قرآن سے دوری ہے۔ مفتی صاحبؒ کے نزدیک مسلمانوں کو قرآن سے جوڑنا انہیں باہم متحد و متفق کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ دعوت و تبلیغ کے حلقوں میں تعلیم کے عنوان کے تحت جو مفید کام ہو رہا ہے اس کو مزید فائدہ مند اس طرح بنایا

جاسکتا ہے کہ درس قرآن کو بھی فضائل اعمال کے ساتھ شامل نصاب کیا جائے۔اس کام میں چونکہ باقاعدگی ہے، لہٰذا اس سے بہت کم وقت میں ان شاء اللہ قرآن کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔

آخیر میں شاعرِمشرق علامہ محمد اقبال کی تشویش کا بھی ذکر ہو جائے جو امت کے ادبار کی نسبت سے انہیں لاحق تھی۔ وہ بھی ترکِ قرآن کو اس کا سبب اصلی قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اورتم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چوں شبنم برزمیں افتندۂ
دربغل داری کتاب زندۂ
گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جزبہ قرآن زیستن

ان اشعار میں علامہ کا درد جو امت کی زبوں حالی کو دیکھ کر وہ محسوس کرتے تھے نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے نزدیک امت کی تمام بیماریوں کا علاج اسی نسخۂ کیمیاء (قرآن) میں ہے۔ افرادِ امت کو تلقین کرتے ہیں کہ قرآن کی شمشیر ہاتھ میں لے کر نفس وشیطان کے حملوں کا مقابلہ کرو۔ع کشتۂ شمشیر قرآنش گنی۔ علمائے کرام سے درخواست ہے کہ رجوع الی القرآن کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ ہمیں اِس توفیق دے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ ڈاکٹر محمد طاہر خان کی اہلیہ کو فالج کا حملہ ہوا ہے وہ ہسپتال میں زیرعلاج ہیں۔

☆ وہاڑی تنظیم کے ملتزم رفیق محمد نواز کی والدہ محترمہ کا دل کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ گجرات کے رفیق تنظیم جناب سلیمان اکبر کی والدہ ماجدہ علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع
مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبۂ تدریس کے زیر اہتمام
17 ستمبر سے
فہم دین کورس
(موڈیول I اور II) کا آغاز ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

نصاب (موڈیول I)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے پہلے 20 اسباق)
- تجوید و ناظرہ
- مطالعہ حدیث (منتخب نصاب حدیث)
- ایمانیات

نصاب (موڈیول II)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے آخری دس اسباق)
- ترجمہ قرآن مع عربی گرامر
- تجوید و حفظ
- توسیعی محاضرات (بنیادی اصطلاحات حدیث، قرآن فہمی کے اہم اصول اور ماخذ، دینی موضوعات پر لیکچرز)

دورانیہ: 4 ماہ اوقات تدریس: مغرب تا عشاء (سوموار تا جمعرات)

نوٹ: موڈیول II میں داخلے کے لیے موڈیول I کا پاس ہونا یا داخلہ ٹیسٹ پاس کرنا لازمی ہے۔

داخلہ کے خواہشمند حضرات قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور 17 ستمبر تک وہیں جمع کرادیں۔

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501، irts@tanzeem.org
نیشان دانش 0336-4205587، 0333-4430391

النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی، الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S.، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests، ڈیجیٹل میموگرافی (Digital Mammography)، ڈیجیٹل ڈینٹل ایکسرے (OPG & Ceph) کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ) ایکسرے (چیسٹ)، ای سی جی، Lungs Function Test، Thyroid Function Test (T3, T4, TSH)، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ اور مکمل یورن ٹیسٹ، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/5000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور
Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 521 87 87
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

مذہبی پروگراموں میں میڈیا کا دین سے مذاق

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

تجزیہ نگار: بریگیڈیئر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، ایوب بیگ مرزا
میزبان: وسیم احمد

سوال: گزشتہ رمضان میں ہمارے بعض ٹی وی چینلز پر مذہبی پروگرام اس انداز میں Conduct کیے گئے کہ اس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دین کی خدمت نہیں بلکہ تضحیک کی جارہی ہے۔ کیا آپ کی Feelings بھی یہی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ ہمارے ٹی وی چینلز میں چند سالوں سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ اپنی Rating بڑھانے کی غرض سے ان ٹی وی چینلز نے مذہبی پروگراموں کو بھی تضحیک اور مذاق بنا کے رکھ دیا ہے۔ حقیقت میں جہاں مذہب کا معاملہ آتا ہے وہاں یقینی طور پر بندہ اور اُس کے رب کا تعلق پیش نظر ہوتا ہے۔ بندے اور رب کے معاملے میں جتنی سنجیدگی ادب اور متانت کی ضرورت ہے وہ کسی اور رشتے میں ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنے کے لیے صاف ستھرے کپڑے پہننا، وضو کرنا اسی طرح نماز کی جگہ کا صاف ہونا اور دورانِ نماز خاموشی کا حکم یہ سب باتیں اِس رشتے کی سنجیدگی اور اہمیت کو اُجاگر کرتی ہیں۔ اسی طرح روزہ میں حلال اشیاء کے کھانے پر عارضی پابندی لگ جاتی ہے نیز مختلف انسانی جذبات جو عام طور پر انسان پر جائز اور حلال ہیں۔ انھیں اس ماہِ صیام میں حرام قرار دے دیا جاتا ہے۔ گویا اللہ اور بندے کے رشتہ کے معاملے میں نہایت سنجیدگی اور ادب کا پہلو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بہت سے ٹی وی چینلز نے مذہبی پروگراموں کو بھی کمرشلز اور کمائی کا ذریعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ یعنی جس مذہب کے حوالے سے پروگرام کر رہے ہیں اُسی مذہب کا نام بدنام کیا جارہا ہے۔ اسلام میں عورت اور مرد کا الگ الگ ستر ہے اور دونوں کے درمیان پردے کا معاملہ ہے۔ لیکن آپ دیکھیں ان مذہبی پروگراموں میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نمایاں ہے۔ مزید براں مختلف مذاحیہ انداز میں سوال جواب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک پروگرام میں ایک میزبان صاحب موٹر سائیکل پر گھوم پھر رہے ہیں اور ایک کمپیئر صاحب ایک مذہبی پروگرام میں تسبیح بھی پھیر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ مذہبی پروگرام بھی کر رہے ہیں۔ دین کی تبلیغ کا یہ کون سا انداز ہے۔ یہ تو نہایت غیر سنجیدگی والی بات ہے۔ پھر رمضان کے آخر میں سب مل بیٹھ کر دعا کرتے اور روتے بھی ہیں۔ یعنی دورانِ رمضان مذہبی پروگرام کو مزاحیہ انداز میں پیش کرنا اور اختتام رمضان اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور رونا یہ کیسی عبادت اور کیسی دعا ہے جس میں تمام انداز ہی تضحیک آمیز ہے۔ اسی طرح بعض مذہبی پروگراموں میں شوبز کی ایسی خواتین کو شامل کیا گیا ہے جن کی معاشرے میں نہ صرف Reputation خراب ہے بلکہ وہ خواتین گلے میں برائے نام دوپٹہ لیے اور لہراتے بالوں کے ساتھ مذہبی پروگرام conduct کر رہی ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں ہمارے علماء دین کی جانب سے بھی بڑی مجرمانہ غفلت برتی جاتی ہے کہ انھوں نے اس نوعیت کے پروگراموں پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے کیونکہ اگر آپ اسلام کے موضوع پر ایک مذہبی پروگرام کر رہے ہیں تو پھر یہ انداز اختیار کر کے آپ اسلام کی کون سی تصویر کشی کر رہے ہیں۔ کس اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور کس خدا سے آپ رُو رُو کر دعا مانگ رہے ہیں۔ یعنی آپ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے فرمودات کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ میری نظر میں تو یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو مزید بھڑکانے والی بات ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب آپ گزشتہ رمضان میں ٹی وی چینلز پر دینی پروگراموں کے بارے میں کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میرا خیال ہے کہ اس پر گہرائی سے تجزیہ کی ضرورت ہے۔ ٹی وی کیونکہ ابلاغ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور عوام میں یہ آج کل نہایت مقبول بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ابلاغ کا اصل مقصد کیا تھا کیا یہ ایک مشن تھا کیونکہ شروع میں اخبارات و جرائد کے وقت جب یہ ٹی وی چینلز نہ تھے تو اخبارات کو اپنے اپنے نظریات کی ترویج کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح دینی اور تفریحی جرائد بھی ہوتے تھے۔ گویا پرنٹ میڈیا میں بھی کچھ ایسی چیزیں موجود تھیں جو ایک ہی جگہ پر ہر قسم کے فرد کی تسلی کا سامان مہیا کرتی تھیں۔ کیونکہ اب الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے اور کمرشلزم کا دور دورہ ہے لہٰذا اب میڈیا میں ہر شخص کی تسکین کا سامان رکھا جارہا ہے اور ہر ٹی وی چینلز کی یہ کوشش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی جانب راغب کرے خواہ مذہبی پروگرام ہوں یا تفریحی یا مزاح کے پروگرام ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آج سے کچھ سال پہلے انھیں ٹی وی چینلز اور کیبل کی مختلف علمائے کرام نے شدید مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ انھیں فوراً بند کیا جائے اور اب آپ دیکھیے کہ وہ مخالفت ختم ہو چکی ہے۔ وہ اس لیے کہ اب مذہب کو بھی حصہ دار بنالیا گیا ہے۔ اب ان علماء کا فرض یہ تھا کہ اسلام کا صحیح رخ بلا کسی خوف وملامت کے پیش کیا جاتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان ٹی وی چینلز پر لوگوں کی خواہش کے مطابق جو وہ سننا چاہتے ہیں پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان چینلز پر ایسے اینکر حضرات کو پیش کیا جاتا ہے جو کہ اشتعال انگیز باتیں کر سکیں۔ لہٰذا علمائے کرام کو چاہیے کہ جب وہ ان پروگراموں میں شرکت کریں تو اپنی شرائط ان ٹی وی اینکرز اور ٹی وی مالکان کو پیش کریں کہ وہ صرف انھیں پروگراموں میں شرکت کریں گے کہ جہاں نہ صرف اسلام کے تقدس اور دینی ماحول کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا بلکہ ہمارے دینی پروگراموں کو خدا اور بندے کے درمیان تعلق کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ ان پروگراموں میں غیر سنجیدگی اور ریاکاری ہو۔ جیسے ایک پروگرام کے اینکر ہاتھ میں تسبیح لے کر پروگرام کر رہے ہیں تو اس عمل سے صاف طور پر ریاکاری کا پہلو اُجاگر ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی صحیح تعلیمات کو ان ٹی وی پروگراموں میں پیش کیا جانا چاہیے تا کہ لوگوں کی ذہنی تربیت ہو سکے۔ کیونکہ یہ ملک اسلام کے لیے حاصل کیا گیا تھا لہٰذا میڈیا اور بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اسلام کے صحیح رخ کے مطابق تربیت کریں جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کو پکارو آہستگی سے اور چپکے چپکے'' اس طرح نہیں کہ چلا چلا کے شور مچا کے اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے کیونکہ اس سے صاف طور پر ریاکاری کا عنصر ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ ریاکاری اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اُس کا بندہ دلی طور پر اُس کے قریب ہوتا کہ اس کا تزکیہ نفس ہو سکے۔ لہٰذا اِن ساری باتوں کی اِن میڈیا پروگراموں میں نفی ہوتی ہے جس سے لوگوں میں اسلام کا منفی تاثر اُبھرتا ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس رمضان میں ہمیں ایسے پروگرام

دیکھنے کو نہیں ملے جیسے پچھلے رمضانوں میں ہمیں دیکھنے کو ملتے تھے۔ مثلاً رمضان میں تراویح میں جو قرآن پڑھا جاتا تھا اُس کی براہِ راست کوریج ہوتی تھی اور خلاصہ قرآن پیش کیا جاتا تھا کہ آج تراویح میں کیا پڑھا جائے گا اور اس میں کون کون سے مضامین شامل ہوں گے۔ اس سارے عمل سے لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہوتا تھا کہ جو چیز پڑھی جا رہی ہے اس کا ہماری زندگیوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس حوالے سے ہمیں موجودہ رمضان میں ایسے کوئی بھی پروگرام کسی چینل پر دیکھنے کو نہیں ملے۔ رمضان کے مہینے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے لہٰذا اس مہینے کے تقدس کو ہر حال میں ملحوظِ خاطر رکھا جانا چاہیے کیونکہ اس قرآن کو لوگوں کی بھلائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس بھلائی کے حوالے سے ان ٹی وی پروگراموں میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ پھر اسلام، قرآن اور رمضان کا صحیح پیغام لوگوں تک پہنچ سکے گا۔

سوال : ہمارے میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا پر ’’اسلام بمقابلہ اینٹی اسلام‘‘ بات آئے تو بدقسمتی سے ہمارے اینکرز حضرات ’’اینٹی اسلامک رول‘‘ ادا کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : ہمارے ملک کے میڈیا میں ایک چیز بڑی عجیب سی دیکھنے میں آئی ہے کہ جب بھی اسلام کے حوالے سے کسی پروگرام میں بات ہوتی ہے تو اسلام کے مطابق جو عمومی تاثر اُبھرتا ہے وہ اسلام کے حق میں نہیں جاتا۔ بلکہ الیکٹرانک میڈیا میں بعض اوقات اسلام کو بدنام کرنے کے لیے ایسی ویڈیو چلا دی جاتی ہیں جن کے بارے میں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ جھوٹ کا پلندہ تھیں۔ مثال کے طور امریکہ کا عراق پر حملے کا جو سبب بتایا جاتا ہے وہ ایٹمی ہتھیار ہیں مگر بعد میں امریکہ نے خود تسلیم کیا کہ ایسا کچھ بھی انھیں عراق میں نہیں ملا تھا۔ اسی طرح لال مسجد کے بارے میں میڈیا میں یہ بتایا گیا تھا کہ لال مسجد میں بہت خطرناک اسلحہ موجود ہے۔ مگر جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ وہاں پر ڈنڈا بردار طالب علموں کے علاوہ کوئی خطرناک اسلحہ موجود نہیں تھا۔ اسی طرح سوات میں فوجی آپریشن کی وجہ وہ متنازعہ ویڈیو بنی جس میں ایک شخص کو ایک لڑکی پر کوڑے برساتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی ایسی ویڈیوز ہیں جس میں اسلام کے حقیقی چہرے دکھانے کی بجائے اصل تصویر کو مسخ کر کے پیش کرنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ اور اگر ایسی چیزیں پاکستان کے میڈیا پر نشر ہوں تو دین اور ملک دشمنوں کے لیے یہ سونے پر سہاگہ والی بات ہوتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا : ہمارا اس فورم کے ذریعے بات کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم ٹی وی چینلز پر مذہبی و دینی پروگراموں کے خلاف ہیں بلکہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ ان پروگراموں میں اسلام کے تقدس اور احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتے تو براہِ مہربانی دینی پروگراموں کو ٹی وی چینلز پر نشر ہی نہ کریں اور اگر نشر کرنا ہو تو اسلام کے تقدس کا احترام لازمی طور پر ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

سوال : کیا ہمارا دینی طبقہ اس مسئلہ کے تدارک کے لیے عدالتوں سے رجوع نہیں کر سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اس مسئلہ کے تدارک کے لیے براہِ راست تو کسی عالم دین نے عدالت سے رجوع نہیں کیا ہے لیکن ایک دوسرے حوالے سے قاضی حسین احمد صاحب نے چیف جسٹس آف پاکستان کو خط لکھا ہے جس میں میڈیا سے متعلق بیہودہ اور فحش پروگراموں کا ذکر کیا ہے۔ جس پر ٹی وی چینلز نے قاضی صاحب کا مکمل بائیکاٹ کر دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ایک بڑے قومی اخبار کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر فحاشی اور بے حیائی کے خلاف ایک مضمون لکھتے ہیں جسے خود اُن کا اپنا اخبار شائع نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا مجبور ہو کر وہ اپنے مضمون کو نیٹ پر شائع کرتے ہیں۔ اسلام کے خلاف میڈیا پر یہ کام ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے۔ پیمرا نے اب یہ مسئلہ اُٹھایا ہے کہ ہمیں فحاشی کی تعریف بتائی جائے کہ فحاشی کسے کہتے ہیں۔ یہی بات اُنھوں نے عدالت میں جا کر کہی ہے۔ کم از کم میری نظر میں اس مسئلہ کو ایک چھوٹی سی بات سے ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ مرد اور عورت کے ستر کو ہی اگر ملحوظِ خاطر رکھ لیں اور معیار بنا لیں تو آسانی سے اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

سوال : ہمارا ایک نمایاں ٹی وی چینل جو بے حیائی اور فحاشی کے پروگرام کو نشر کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے وہ اپنے طور پر ایک ’’Code of Conduct‘‘ بھی مرتب کر رہا ہے۔ اُن کے اُس اقدام کی حقیقت کیا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : اگر اس Code of Conduct میں لوگوں کی مشاورت کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کو شامل کیا جائے اور وہ علماء اُس پر ایسی شرائط بھی عائد کریں کہ جس پر تمام ٹی وی چینلز متفق ہوں تب تو اس Code of Conduct کا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ چینل صرف اپنی Rating بڑھانے کے لیے ایسا کر رہا ہے کہ اس کام سے بھی اس کی واہ واہ ہو جائے اور Rating بڑھے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایوب بیگ مرزا : پاکستان میں جتنے مسالک پائے جاتے ہیں وہ 95% سے زیادہ باتوں پر آپس میں متفق ہیں۔ مگر ان ٹی وی چینلز پر اُن 5 سے 10 فیصد اختلافات کا ذکر جان بوجھ کر چھیڑا جاتا ہے۔ جس سے ناظرین کو یہ محسوس کروانا مقصود ہوتا ہے کہ ان مسالک میں آپس میں شدید ترین اختلافات پائے جاتے ہیں اور ایسا تاثر دیا جاتا ہے کہ گویا تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام میڈیا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکے ہیں اور جیسا میڈیا کہتا ہے اُس کو سچ مانتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف یہ بات اب روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ہمارا دشمن اسلام کے خلاف میڈیا پر بھاری سرمایہ کاری کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو مزید بھڑکایا جا سکے۔ مثال کے طور پر موجودہ دہشت گردی کی جنگ کو مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال کر یہ باور کروایا جا رہا ہے کہ گویا یہ مسلمانانِ پاکستان کی جنگ ہو مگر ان تمام باتوں سے قطع نظر ہمارا رونا یہ ہے کہ ہمارے اپنے مسلمان بھائی یہود و نصاریٰ کی اس سازش میں اُن کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے اسلام دشمن قوتوں نے میڈیا اور اُس کے اینکر پرسنز کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : ایوب بیگ صاحب کی بات میں اضافہ کرتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ بعض دینی پروگراموں میں ایسے افراد کو مذہبی و دینی شخصیت بنا کر پیش کیا جاتا ہے جو کہ درحقیقت ایسے نہیں ہوتے ہیں اور بعض جدید مسائل کو ایسے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا وہی ان مسائل کو بہتر انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک چینل کے بعد دوسرے چینل اُنھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اُس کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ آج کل کمرشلزم کا دور ہے اور عوام کی نظر میں وہ عالم دین اپنا ایک مقام بنا چکا ہوتا ہے لہٰذا منہ مانگی قیمت پر وہ اپنی Rating کو بڑھاتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا : مذہب کے حوالے سے ہمارے ٹی وی چینلز کا ایک اور بھی طریقہ واردات ہے۔ جب یہ کوئی دینی پروگرام کرتے ہیں۔ ایک عالم دین کے ساتھ چار دانشور لبرل ذہن کے حامل بلا لیتے ہیں۔ عالم دین کو بات کرنے کا صحیح طرح موقع نہیں دیا جاتا اور اُس کی گفتگو کو باقی چار کے شور و غوغا میں دبا دیا جاتا ہے۔ جب یہ عالم دین اسلام کی صحیح تصویر کشی کر رہا ہوگا تو اینکر پرسن فوراً اُس کی بات کو بیچ میں کاٹ کر کہ دوسرے جو چار اینٹی اسلامک افراد بیٹھے ہوں گے اُن کی طرف بات کو پھیر دے گا۔ یعنی بات کو اُلجھا کے رکھ دے گا۔ اور عالم دین کو بات مکمل کرنے کا موقع نہیں دے گا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : اسی طرح ایک پروگرام میں سوال ہوا کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام قرآن کی شکل میں پہنچ چکا ہے مگر وہ لوگ جو کہ افریقہ کے دور دراز کسی جنگل میں ہوں تو اُن کا معاملہ روزِ قیامت کیا ہوگا۔ اس سوال پر اُس پروگرام میں موجود مختلف علمائے کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور ایسی صورتِ حال پیدا کر دی کہ گویا قرآن کا نازل ہونا کوئی اہم معاملہ ہی نہیں ہے اور ایک مسلمان اور غیر مسلم کے لیے یہ بات برابر ہے۔ جبکہ ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں تو اس سوال کا واضح جواب قرآن میں موجود ہے۔ قرآن میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ایک مکالمہ درج کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو فرعون نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے کہ تم نے مجھے تو بتا دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر ہمارے آباء واجداد کا کیا معاملہ ہوگا۔ اُس پر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اُس کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ مگر تمھیں اب یہ معلوم ہوگیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں لہٰذا مجھ پر ایمان لاؤ۔ اگر ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں تو لوگوں میں فکری انتشار کو پھیلانے کی جو سازشیں کی جا رہی ہیں وہ دم توڑ جائیں گی کیونکہ ہمارے دین میں پہلے ہی ان تمام باتوں پر بحث ہو چکی ہے جنھیں آج متنازعہ بنا کر آپس میں اُلجھایا اور لڑایا جا رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا : آخر میں الیکٹرانک میڈیا سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ مذہب کے حوالے سے پروگرام ضرور دکھائیں مگر ادب واحترام اور دین کے تقاضوں کے مطابق نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ مذہبی پروگرام دکھائیں تاکہ معلوم ہو کہ اس پروگرام میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندے کے رشتے کی بات ہو رہی ہے اور اس رشتے میں جو سنجیدگی درکار ہے اُس کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو خدا کے واسطے مذہب کو چھوڑ کر کسی اور پروگرام میں جتنی اچھل کود کرنا چاہیں وہ کریں مگر مذہب کے معاملے میں بالخصوص رمضان المبارک میں ایسے پروگرام کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو مت بھڑکائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین (مرتب: محمد بدر الرحمٰن)

☆☆☆

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور

Youtube.com/khilfatforum

پر دیکھی جا سکتی ہے۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد“ میں

مبتدی تربیتی کورس

23 تا 29 / ستمبر 2012ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

اور

نقباء وامراء تربیتی ومشاورتی اجتماع

28 تا 30 / ستمبر 2012ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: محمد رشید عمر 0300-6690953
(041)2624290-2420490

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت :** (042)36316638-36366638
0333-4311226

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”جامع مسجد العابد، حیات سر روڈ گوجر خان“ میں

21 / ستمبر **2012**ء بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا **23** / ستمبر بروز اتوار ظہر تک

نقباء وامراء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: مشتاق حسین **0322-5225354 / 0321-5564042**

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت :** (042)36316638-36366638
0333-4311226

میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو اس کے باشندوں نے ادب و احترام اور عقیدت و محبت سے استقبال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند روز مدینے کی مضافاتی بستی قباء میں گزارے۔ اس دوران آپ ﷺ نے وہاں ایک مسجد قبا تعمیر کی۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلے اور یثرب کے تمام بڑے بڑے سردار اس کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ حسین آرزو تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر میں قیام کرنے پر آمادہ کرنے کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تمام سرداران یثرب باری باری اونٹنی کے آگے کھڑے ہو جاتے اور اس کا راستہ روک کر عرض کرتے:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔"

اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری ؓ کے مکان کے سامنے خالی پڑے ہوئے میدان میں پہنچ کر بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوایوب انصاری ؓ کا دل فرحت و انبساط سے لبریز ہو گیا۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کا سامان اُٹھایا اور اسے خوشی خوشی اپنے گھر لے آئے۔

حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کا اسم گرامی خالد بن زید بن کلیب تھا۔ آپؓ کی کنیت ابوایوب تھی اور ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونجار سے تھا۔

حضرت ابوایوب ؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ اُنھوں نے بالائی منزل کو اہل خانہ کے ساز و سامان سے خالی کر دیا تا کہ رسول اللہ ﷺ اس میں قیام فرمائیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے نچلی منزل کو بالائی منزل پر ترجیح دی اور اسے اپنے قیام کے لیے پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوب ؓ نے آپ ﷺ کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

جب رات ہوئی اور رسول اللہ ﷺ آرام فرمانے کے لیے اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جا چکے تو حضرت ابوایوب ؓ اور ان کی اہلیہ کے دل میں خیال آیا کہ کیا یہ بات مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیچے اور ہم ان سے اوپر رہیں؟ اس صورت میں تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں رات بھر بے چین رہے۔ آخر کار وہ بالاخانے کے اس گوشے میں سمٹ گئے جو رسول اللہ ﷺ کے اوپر واقع نہیں تھا۔ اگر چلتے تو درمیان میں چلنے کے بجائے کنارے کنارے چلتے۔ صبح کو حضرت ابوایوب ؓ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! رات بھر ہم کو اس احساس نے بے چین کیے رکھا کہ ہم جس مکان کی بالائی منزل میں ہیں، آپ اس کے نیچے تشریف فرما ہیں اور جب ہم چلتے اور حرکت کرتے ہیں تو دھول اور گرد و غبار آپ ﷺ کے لیے اذیت کا سبب بنتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "اس کی فکر اور پرواہ مت کرو، چونکہ بکثرت لوگ میرے پاس ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں اس لیے نیچے ہی رہنا میرے لیے زیادہ مناسب اور آرام دہ ہے۔

حضرت ابوایوب ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیا اور بالائی منزل میں قیام پذیر رہا۔ یہاں تک کہ ایک سرد رات کو ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور اس کا پانی اوپری منزل کے فرش پر پھیل گیا۔ ہم دونوں میاں بیوی اس کے پھیلے ہوئے پانی کو جذب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک ہی کمبل تھا جس کو ہم لحاف کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ پانی نیچے ٹپک کر رسول اللہ ﷺ کے لیے باعث پریشانی بن جائے ہم نے اس کمبل میں پانی کو جذب کر لیا۔ پھر صبح کے وقت میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں آپ ﷺ سے اوپر ہوں اور آپ ﷺ مجھ سے نیچے رہیں۔ پھر میں نے رات کو پیش آنے والا گھڑے کا واقعہ آپ کے گوش گزار کر دیا اور آپ ﷺ سے بالائی منزل میں منتقل ہو جانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے میری درخواست منظور فرمائی اور اوپر کی منزل میں منتقل ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوب ؓ کے مکان میں تقریباً سات مہینے تک قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ جب اس زمین میں مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی جس میں اونٹنی بیٹھی تھی تو آپ ﷺ مسجد کے حجروں میں منتقل ہو گئے۔

حضرت ابو ایوب ؓ کو رسول اللہ ﷺ سے غیر معمولی محبت تھی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر ؓ گرمی کی ایک سخت دوپہر میں گھر سے نکل کر مسجد کی طرف آئے۔ حضرت عمر ؓ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ "آپؓ اس وقت گھر سے کیوں نکلے ہیں؟"

آپؓ نے فرمایا: "بھوک کی شدت اور بے چینی کی وجہ سے۔"

حضرت عمر ؓ نے کہا: "خدا کی قسم میرے گھر سے نکلنے کا سبب بھی یہی ہے۔" اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی اپنے حجرے سے تشریف لائے اور ان دونوں حضرات سے دریافت کیا کہ آپ دونوں کس غرض سے اپنے گھروں سے باہر نکلے ہیں؟"

دونوں نے جواباً عرض کیا: "واللہ، ہم بھوک سے بے چین ہو کر نکلے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میرا بھی یہی حال ہے۔" اس کے بعد تینوں حضرات حضرت ابوایوب ؓ کے یہاں پہنچے۔ جب یہ لوگ دروازے پر پہنچے تو حضرت ام ایوب ؓ گھر سے نکل کر ان کے پاس

پہنچیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ ''ابوایوب ؓ کہاں ہیں؟''

حضرت ابوایوب ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سن لی۔ وہ قریب ہی اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ وہ یہ کہتے ہوئے تیزی سے لپکے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کا آنا ہمارے لیے باعث افتخار ہے۔''

ابوایوب ؓ باغ میں سے کھجوروں کا ایک گچھا کاٹ لائے جس میں کچی اور پکی ہر قسم کی کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ نبی ﷺ نے دیکھ کر فرمایا۔

کیوں نہیں تم نے اس میں صرف پکی ہوئی کھجوریں ہی توڑ لیں؟''

اُنھوں نے کہا کہ ''میں نے مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ اس میں سے ہر قسم کی کھجور اپنی پسند کے مطابق تناول فرمائیں۔ اس کے علاوہ میں آپ حضرات کے لیے ایک بکری بھی ذبح کر رہا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر ذبح کرنا تو دودھ والی بکری مت ذبح کرنا۔''

حضرت ابوایوب ؓ نے بکری کا ایک بچہ ذبح کر دیا۔ پھر اُنھوں نے اپنی اہلیہ سے کہا ''ایوب کی ماں! آٹا گوندھ کر ہمارے لیے روٹیاں پکالو۔''

اس کے بعد اُنھوں نے آدھے گوشت کا سالن پکایا اور آدھے کو بھون لیا۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور نبی ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے رکھ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے گوشت میں سے ایک ٹکڑا لیا اور اس کو روٹی میں رکھ کر فرمایا ''ایوب! یہ ٹکڑا فاطمہ کو دے آؤ۔ اس کو کئی دنوں سے ایسا کھانا نہیں ملا ہے۔''

پھر جب سب لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''روٹی، گوشت، تمر، رطب اور بسر۔'' یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ پھر ارشاد فرمایا:

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے روز تم سے سوال کیا جائے گا۔''

جب دوسرے دن حضرت ابوایوب ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک لونڈی (جو آپ ﷺ کی خدمت میں کیا کرتی تھی) یہ کہتے ہوئے عنایت فرمائی ''ابوایوب ؓ! اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ یہ جب تک ہمارے یہاں رہی ہے ہم نے اس میں سوائے خیر کے کچھ نہیں دیکھا۔''

وہ لونڈی کو لیے ہوئے گھر لوٹے اور ام ایوب ؓ سے پوچھا:

''اور آپ ﷺ نے ہم کو اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔'' ''ہم اس کے ساتھ کون سا رویہ اختیار کریں کہ آپ ﷺ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کر سکیں۔'' اُنھوں نے جواب دیا۔

''خدا کی قسم، رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے کی اس سے بہتر دوسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ اس کو آزاد کر دیں۔''

حضرت ام ایوب ؓ نے ان کی تائید کی اور حضرت ابوایوب ؓ نے لونڈی کو آزاد کر دیا۔

یہ حضرت ابوایوب ؓ کی عام اور روزمرہ کی زندگی کی چند جھلکیاں تھیں۔ اُنھوں نے اپنی پوری زندگی ایک غازی اور مجاہد کی طرح گزاری۔ آپؓ عہد نبوی ﷺ سے لے کر دور معاویہ ؓ تک کسی غزوہ اور معرکہ سے پیچھے نہیں رہے جو مسلمانوں کو پیش آیا۔ سوائے اس کے کہ آپؓ کسی دوسرے محاذ پر برسرپیکار ہوں۔

وہ مہم حضرت ابوایوب ؓ کی آخری مہم تھی

جب حضرت معاویہ ابن ابی سفیان ؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں قسطنطنیہ کی فتح کے لیے فوج بھیجی تھی۔ حضرت ابوایوب ؓ اس وقت کافی عمر رسیدہ تھے۔ اس وقت ان کی عمر 80 سال کے قریب تھی لیکن یہ کبرسنی ان کو معرکہ کارزار میں ایک مجاہد کی حیثیت میں داخل ہونے سے نہ روک سکی۔ وہ فوج میں ایک عام سپاہی کی طرح شریک ہوئے لیکن دشمن کے ساتھ جنگ چھڑے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کے اوپر بیماری کا ایسا شدید حملہ ہوا جس نے ان کو شرکت جنگ سے معذور کر دیا۔

اس موقع پر ابوایوب ؓ نے وصیت کی کہ مجھے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤ اور اگر میں مر جاؤں تو میری لاش کو ساتھ لے کر آخری پڑاؤ تک جانا تاکہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے عرض کر سکوں کہ میں جب تک زندہ رہا تیرے راستے میں جہاد کرتا رہا اور مرنے کے بعد میری لاش نے بھی تیرے راستے میں تیرے دین کی سربلندی کے لیے سفر کیا۔''

مجاہدین نے صحابی رسول اللہ ﷺ کی آخری خواہش اور وصیت کا پورا پورا احترام کیا۔ اُنھوں نے دشمن پر پے در پے اور شدید حملے کیے اور اسے دھکیلتے ہوئے فصیل شہر تک پہنچ گئے۔ وہ حضرت ابوایوب ؓ کی لاش مبارک کو ساتھ اُٹھائے ہوئے تھے۔ وہاں ان کی وصیت کے مطابق قبر تیار کی گئی اور اس میں ان کو دفن کیا گیا۔

اُنھوں نے اس کے سوا اور کسی صورت کو پسند نہیں کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں گھوڑے کی پیٹھ پر ان کو موت آئے۔ حالانکہ ان کی عمر اس وقت 80 سال کے قریب تھی۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر سید سنی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال تعلیم ایم بی اے کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4193414

(042)37817090

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم فل (اسلامک سٹڈیز) کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0423-5893201

0307-4747393

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم میٹرک، خلع یافتہ کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-6443521

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے انگلش، قد 5.4 فٹ کے لئے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-5557300

0300-5575500

رشتوں کے لیے

اعلیٰ تعلیم اور جہیز نہیں، دینداری کو معیار بنائیے!

مسلم معاشرے سے شاکی اسلام کی ایک بیٹی کا جذبات واحساسات سے بھر پور مکتوب اور اصلاحی تحریر جو قارئین کو دعوت فکر دیتی ہے

مکرمی مدیر......السلام علیکم

میں اسلام کی ایک بیٹی ہوں۔ میں نے بی اے پرائیویٹ کیا اور کچھ مجبوریوں کی وجہ سے آگے نہ پڑھ سکی۔ گھر پر ہی رہتی ہوں، گھر کا سارا کام کاج کرتی اور سب کا خیال رکھتی ہوں۔ زیادہ ماڈرن اور بے باک (Bold) نہیں ہوں، شاید اسی لیے دنیا کی نظر میں میری کوئی حیثیت نہیں۔ چار سال پہلے میری منگنی ہوئی تھی مگر آٹھ ماہ بعد ہی یہ ٹوٹ گئی، کیونکہ میں سادہ مزاج رکھتی ہوں۔ منگنی ٹوٹنے کی دوسری وجہ جہیز بنی۔ میں زندگی سے لڑ لڑ کر تھک چکی ہوں۔ ہر دن ایک نیا امتحان میرے سامنے ہوتا ہے۔ مجھے شکایت ہے اپنے سماج سے جس نے میری سادگی اور کم تعلیم کو میرے لئے سزا بنا رکھا ہے۔ ہمارے گھر میں جب بھی کوئی رشتہ کے لئے آتا ہے تو میری چھوٹی بہن کا رشتہ مانگتا ہے، جسنے MBA کر رکھا ہے۔ میرے لئے اگر کبھی رشتہ آتا بھی ہے تو میری کم تعلیم اور سادگی اور کبھی جہیز کی کمی کی وجہ سے بات بن نہیں پاتی۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ دو، تین بچوں کے باپ کا رشتہ آجاتا ہے۔ کیا مجھے اپنی زندگی گزارنے کا حق نہیں؟ محترم مدیر! میرا یہ مضمون ندائے خلافت میں شائع کر دیں، تاکہ مجھ جیسی بے شمار لڑکیوں کی تکلیف کا اُن والدین کو کچھ تو احساس ہو جو ہمارے جذبات سے ایسے کھیلتے ہیں، جیسے ہم موم کی گڑیا ہوں، انسان نہ ہوں۔ شاید کچھ لوگ اصلاح پر آمادہ ہو جائیں اور میری جیسی کئی لڑکیوں کی زندگی سنور جائے۔ تنظیم کے تمام وابستگان سے گزارش ہے کہ میرے حق میں دُعا کریں، اللہ مجھے مومنات میں شامل فرما دے اور میری آخرت سنوار دے۔ آمین (بنت اسلام)

☆☆☆

میں باقاعدہ لکھاری نہیں ہوں، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ میرے الفاظ زیادہ جان نہ رکھتے ہوں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک دردمند اور حقیقت پسند انسان میرے الفاظ میں پنہاں درد کی شدت ضرور محسوس کرے گا۔ میرا قلم صرف اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی جیسی بہت سی لڑکیوں کے حق میں اُٹھا ہے جو سادہ مزاج، کم تعلیم یافتہ، گھر سنبھالنے والی، دینی مزاجکی حامل اور ماں باپ کی خدمت گزار ہیں، مگر آج کے ''جدیدیت زدہ'' دور میں انہیں پسماندہ قرار دے کر اُن کی تحقیر کی جاتی ہے اور اُن پر خوشیوں کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ میں اپنے سماج سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا ایک گھریلو لڑکی کو خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں؟ سب کہتے ہیں کہ شادی کو آسان بناؤ، پھر اس قسم کی دنیاوی شرائط کو بنیاد بنا کر لوگ رشتے کیوں کرتے ہیں۔ ہم بات اسلام کی کرتے ہیں جو تقویٰ اور دینداری کو باعث فضیلت قرار دیتا ہے اور رشتوں کی بات آتی ہے تو شرط highly educated کی رکھ دیتے ہیں۔ کیا کم پڑھی لکھی لڑکی اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ گھر بسا سکے؟ کیا اعلیٰ تعلیم سے محرومی کو لڑکی کے گلے کا طوق بننے دیا جائے؟ کیا اچھے رشتے کا معیار صرف لڑکی کی اعلیٰ تعلیم اور اس کی معاشی حیثیت ہے؟ ہم اکثر یہ کہتے ہیں کہ لوگ جہیز کا تقاضا کیوں کرتے ہیں، یہ ایک لعنت ہے مگر جب اپنی بات آتی ہے تو مال و دولت کے حوالے سے جہیز نہ سہی، لڑکی کی اعلیٰ تعلیم کو جہیز کے طور بہر حال پر مانگتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر بھی جہیز کی طرح شادیوں میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

میں تمام والدین سے یہ سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر بوجوہ ہم اعلیٰ تعلیم نہ حاصل کرسکی ہوں، یا ہم میں آج کی ماڈرن لڑکیوں کی طرح بے باکی نہ ہو یا ہمارے پاس ڈھیروں جہیز نہ ہو تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہمیں مسترد کردیا جائے اور ہم صرف نمائش کی چیز بن کر رہ جائیں کہ لوگ رشتے کے لیے آئیں اور ہمیں دیکھ کر چلے جائیں۔ یہ بات بھی اخلاق کے منافی ہے کہ لوگ رشتے کے لیے آئیں تو ہمیں اس انداز سے مسترد کردیں کہ دوبارہ نہ آنے کا پیغام تک نہ دیں۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر لڑکی کی منگنی یا نکاح ٹوٹ جائے تو لوگ اُسے یوں دیکھتے ہیں جیسے اُس نے کوئی جرم کردیا ہو۔ کیا مردوں کی منگنی نہیں ٹوٹتی؟ کیا مرد منگنی ٹوٹنے یا طلاق کے بعد شادی نہیں کرتا؟ پھر ہمیں مجرم کیوں سمجھا جاتا ہے؟ خدارا! شادیوں کو تجارت بنانا چھوڑ دیجئے۔ یہ صریح ناانصافی ہے کہ ہم لڑکیوں کو کبھی جہیز کی وجہ سے ہم مسترد کردیا جاتا ہے، اور کبھی کم تعلیم کی وجہ سے منگنی کو توڑ دی جاتی ہے اور ہماری سادگی ہمارا جرم بن جاتی ہے۔ اِن لوگوں کو اندازہ نہیں کہ ان کے اس ''کھیل'' میں ہم پر کیا گزرتی ہے، ہمیں دنیا کے کتنے طعنے سننے پڑتے اور مذاق کے تیروں سے چھلنی ہونا پڑتا ہے۔ میں تمام والدین سے یہ سوال کرتی ہوں کہ کیا ہم جذبات نہیں رکھتیں۔ کیا ہم بھی دوسری لڑکیوں کی طرح ایک اچھے ساتھی کی حقدار نہیں؟ ذرا سوچئے! آخر ہم بھی جینا چاہتی ہیں، ہمارے بھی ارمان ہیں، ہم بھی زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی ہیں۔ اک دُکھ درد کے ساتھی کا ارمان ہمارے دلوں میں بھی ہے۔ ماں باپ اور بھائیوں کے گھر ہمارے بھی گھر نہیں ہوتے۔

میری تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ جب رشتوں کا مرحلہ آئے تو اپنے آس پاس موجود کم تعلیم یافتہ، گھر کا کام کاج کرنے والیاں، سادہ مزاج لڑکیاں اپنائیے۔ ایسی لڑکیوں کو مسترد نہ کیجئے۔ یہی لڑکیاں آپ کا اور آپ کے والدین کا خیال رکھیں گی۔ رشتے کے لیے حقیقی معیار اخلاق و دین داری ہونا چاہیے۔ اگر یہ نہیں تو باقی سب چیزیں بے معنی ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: کسی عورت سے چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے: ''اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب نسب کی وجہ سے، دین داری کی وجہ سے اور اُس کے حسن جمال کی وجہ سے، لیکن دیکھو تم دین والی عورت سے نکاح کرنا۔'' (متفق علیہ) میں یہ نہیں کہتی کہ آپ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو مسترد کردیں، صرف یہ کہتی ہوں کہ آپ ان لڑکیوں کی بھی قدر کریں جو آپ کے گھروں کو جنت بنانے کا جذبہ

رکھتی ہیں۔ اگر آپ لوگ رشتے کے لیے زیادہ تعلیم کو معیار بنائیں گے تو یاد رکھیں کہ ضروری نہیں کہ پڑھی لکھی لڑکی لازماً اعلیٰ اخلاق بھی رکھتی ہو، بلکہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ زیادہ پڑھی لکھی لڑکیاں ادب و احترام اور خدمت گزاری کی بجائے اپنی خدمت کراتی ہیں۔ خود بیٹھی رہتی ہیں اور اُن کی مائیں اُن کے سامنے کھانا لا کر رکھتی ہیں۔ انہیں بڑوں کی خدمت کا خیال ہوتا ہے نہ گھر سنبھالنے کی سوچ۔ اس کے برعکس وہ لڑکیاں جو گھروں میں رہتی ہیں، وہ گھر سنبھالنا بھی جانتی ہیں اور رشتے نبھانا بھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھا شخص وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ تو کیا ہماری مروجہ تعلیم اخلاق سکھاتی ہے؟ اِس کا جواب نفی میں ملے گا۔ زیور اخلاق سے آراستگی انگریزی تعلیم کی محتاج نہیں۔ بہت سی پی ایچ ڈی، ایم بی اے اور ایم اے انگلش لڑکیوں کے اخلاق میٹرک پاس لڑکیوں جیسے بھی نہیں ہوتے۔ مروجہ تعلیم سے انسان ڈگریاں تو حاصل کر لیتا ہے، مگر اعلیٰ اخلاق سے تہی دست رہتا ہے۔ اخلاق عالیہ کا درس ہمیں ہمارا دین دیتا ہے، مغربی اور انگریزی تعلیم نہیں۔ یہ دین اور اُس کی روشن تعلیمات ہیں جن کا شعور مرد و زن کو اعلیٰ اخلاق کا مالک بناتا ہے۔ دین ہی ہمیں رشتوں کی قدر اور ان کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو اور بہنو، میرے بزرگو، ہم اسلامی معاشرہ کا حصہ ہیں، مگر یہ کیسی اسلامیت ہے کہ ہم نے زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی معیارات کی بجائے خود ساختہ معیار وضع کر رکھے ہیں۔ آخر کب ہم اپنی اصلاح کریں گے۔ خدارا، ایسی لڑکیوں کو بھی جینے کا موقع دیں، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ سہی مگر اعلیٰ اخلاق کی مالک ضرور ہیں، جو باہر کی دنیا سے انجان مگر امور خانہ داری کو خوب جانتی ہیں، جو ماڈرن اور فیشن ایبل نہ سہی لیکن زیور حیا سے ضرور آراستہ ہیں۔ بے کار کی گفتگو کے ''فن'' سے ناواقف سہی مگر خاوند کی اطاعت اور اُس کے والدین کے احترام اور خدمت کا جذبہ رکھتی ہیں۔ خدارا! اب بس کیجئے، ہم جیسی سادہ لڑکیوں کے جذبات سے کھیلنے سے باز آیئے، ہم جیتی جاگتی انسان ہیں۔ ہمارے بھی خواب ہیں۔ ہمارے خوابوں کو بھی تعبیر کا موقع دیجئے۔ ہمیں بھی ہمارا حق دے دیجئے۔ آخر میں میری گزارش ہے کہ اگر میری کوئی بات آپ کو ناگوار گزری ہو تو معاف کر دیجئے۔ (جزاک اللہ۔ اللہ حافظ)

☆☆☆

مسجد جامع القرآن کے قاری احمد ہاشمی کا اعزاز

ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والے لاہور کے ممتاز حافظ قرآن نوجوان قاری احمد ہاشمی کئی سال سے قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد جامع القرآن میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ داعی الی القرآن محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کو اللہ تعالیٰ نے سماعت قرآن کا ذوق بھی وافر عطا فرمایا تھا اور آپ حسن قراءت کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ آپ نے قاری صاحب موصوف کی خوش الحانی کی بنا پر انہیں منتخب فرمایا تھا۔ قاری صاحب شیخ محمد ادریس العاصم کے ایک واسطہ سے قاری اظہار احمد تھانوی مرحوم کے شاگرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو آواز میں خاص سوز اور دل کشی عطا کی ہے۔ وہ مصری لہجہ میں شیخ محمد صدیق المنشاوی کے اسلوب پر تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں۔ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اکثر اجتماعات اور سیمینار میں قاری صاحب تلاوت قران حکیم سے حاضرین کے قلوب کو گرماتے ہیں۔

قاری صاحب اب تک حسن قراءت کے متعدد مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے حسن قراءت کے ایک بین الاقوامی مقابلہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ یہ مقابلہ ایران کے ''الکوثر ٹی وی'' کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا اور دنیا کے کم و بیش بیس ممالک سے قراء کرام نے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے اس قرآنی مقابلہ میں شرکت کی تھی۔ اس مقابلہ کا انعقاد ''مسابقة ان للمتقين مفازا'' کے عنوان سے ہر سال رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ پاکستان اور بالخصوص ادارہ قرآن اکیڈمی کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

قرآن اکیڈمی کی انتظامیہ کی جانب سے قاری احمد ہاشمی کو اس عظیم کامیابی پر مبارک باد پیش کی جاتی ہے۔ قاری صاحب موصوف نے اپنی اس کامیابی کو والدین اور اساتذہ کی محنتوں اور دعاؤں کا ثمرہ قرار دیا ہے۔

بقول اقبال ؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

فضیلتِ مصالحت

سید خلیل حسین میاں

جب دو مسلمان یا مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں یا ان کا باہمی اختلاف نزاع کی صورت اختیار کرلے تو ایسے وقت میں مسلمانوں کی بھلائی کو دل سے چاہنے والوں کا خاموش کھڑا رہنا اور انہیں لڑتے ہوئے دیکھنا مناسب نہیں ہے۔ ایسے وقت ذمہ دار حضرات کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان مصالحت کی کوشش جس حد تک بھی کرسکتے ہوں کریں، ورنہ جب آپسی جھگڑے سے ہوا خیزی شروع ہوجائے گی تو اس کے اثرات بد سے خود یہ بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○﴾

(الحجرات: 9، 10)

"اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہوجائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ایک حدیث میں ہے کہ کوئی عمل نماز اور باہمی مصالحت سے افضل نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سب سے بہتر صدقہ، لوگوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں، جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوجائیں۔" حضرت ابوایوبؓ نے عرض کیا: جی ہاں بتادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: "جب لوگوں کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوجائے تو اسے سلجھا دیا کرو، اور جب ان میں باہم دوری بڑھ جائے، تو انہیں ایک دوسرے کے قریب لے آؤ" (رواہ الطبرانی، ترغیب: صفحہ 58)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص لوگوں کے درمیان بگڑی کو بنائے اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنائے گا' اور اس کوشش میں اس کے ایک لفظ کے بدلے میں جو اس نے بولا تھا ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔ اور وہ (لوگوں کے درمیان سے) اس حال میں لوٹے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے گزشتہ گناہ معاف فرمادیے ہوں گے۔"

(رواہ الاصبہانی، ترغیب وترہیب: صفحہ 509)

اللہ اکبر، حق تعالیٰ شانہٗ کا ایک طرف تو یہ انعام ہے کہ مصالحت کے ایک بول پر پورا غلام آزاد کرنے کی بشارت دی جارہی ہے اور ہماری غفلت کی انتہا ہے کہ ہم پھر بھی اس مبارک کوشش میں خود کو شریک کرنے سے کتراتے ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ مصالحت کی کوشش میں صرف چند لفظ بولنے کا کتنا ثواب رکھا ہے۔ اور جب وہ اپنی کوشش کرکے بولے گا تو پھر وہ اپنے سارے گزشتہ گناہوں کی معافی سے بھی نوازا جائے گا اور مزید کرم یہ ہوگا کہ اُس کے واسطے اس عمل کو صدقہ بنادیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے:

((كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل بين اثنين صدقة)) (بخاری ومسلم)

"ہر دن جس میں سورج طلوع ہو، تو دو آدمیوں میں صلح کرادے تو یہ تیرے لیے صدقہ ہے۔"

ایک حدیث میں تو مصالحت کی کوشش کو نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی افضل بتایا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل، نماز، روزہ، صدقہ سب سے افضل ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں میں مصالحت کرانا، کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کردیتا ہے جیسا کہ استرہ بالوں کو اُڑا دیتا ہے۔"

(ابوداؤد، ترمذی)

اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ امر بالمعروف میں یہ بات بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہوسکے' اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔ (فضائل تبلیغ: صفحہ 8)

دعائے مغفرت

☆ منفرد اسرہ عارف والا 2 کے رفیق چودھری وقاص اکرم کے سسر صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے

☆ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب طارق سعید رحلت فرماگئے

☆ مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور کے ناظم ذوالفقار علی کی ہمشیرہ وفات پاگئیں

☆ امیر حلقہ کراچی شمالی سید اظہر ریاض کے سسر رحلت فرماگئے ہیں

☆ حلقہ مالاکنڈ کے ملتزم رفیق جناب شیر محمد حنیف کے والد وفات پاگئے

☆ حلقہ مالاکنڈ مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے امیر جناب محمد اسلم کے والد وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء تنظیم اسلامی سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

intelligent face and sparkling eyes.) Besides being a full time mother, wife and daughter-in-law, Rohma was also assisting her mother in conducting Quran classes, teaching translation, tafseer and tajweed.

Although her father is an affluent man, she had no desire for the glint and glamour of this world and hardly ever went to the bazaar. Her unswerving focus was the good pleasure of Allah and the life of the Hereafter for which she strove with every ounce of her energy. She had an intense desire for martyrdom, which she confided to her sister just before leaving for the hospital. She said that she knew that the one who died of a disease related to the stomach was considered a martyr.

She knew the cancer had spread and that she was dying. Therefore, when people worried about her small girls, she asked them in return: Was Allah not enough for her children and would He not suffice for them?

During Rohma's brief illness, she was shown many dreams that held promise of honor and eternal bliss. She met her deceased grandmother (who was very righteous woman) in one such vision wherein she showed her two gardens --- one belonging to her and the other to Rohma. She also escorted her to the place where flowers grew in both their respective Jannah. After one of her biopsies, she related a near-death experience to her grief-stricken mother. She said that her heart had stopped and she had seen five stars of piercing brightness and experienced such an intense feeling of ecstasy that she didn't want to return to the mundane world. The next thing she saw was doctors bending over her body in their desperate attempt to resuscitate her. This vision was the last thing that she spoke about.

Last Ramadan, this virtuous soul was extremely fortunate to have found the Night of Glory. As she sat in her darkened room doing Ibaadah, she saw a radiant light that did not belong to this world and then her right hand and heart became very heavy as if angels were greeting her with a warm handshake. This, out of her humility and modesty, she did not reveal to anyone except her mother and became known only after her death.

The woman who gave birth to this admirable young lady, Rohma's kind-hearted mother is comforted by the fact that she has indeed *insha Allah* fulfilled the purpose of life which is to please our Lord, the Most High. At her funeral, she sat there with a saddened face and sinking heart but there was no wailing and no complaints. Her only utterance was what is pleasing to Allah: *Inna lillahi wa inna elaihi rajioon.*

I still remember the first time I saw Rohma at the occasion of Eid prayer in Bagh-e-Jinnah. O my God, I said to myself, she is so ravishingly pretty. That was how Rohma was --- beautiful inside out. May Allah grant her an elevated rank in Paradise with all her loved ones by Allah's leave. Her small daughters, who were so looking forward to their mother's return from the hospital, now come to their Nano and Dado several times during the day asking heart-rending questions like: Is my mother never coming back? Did my mother die? I too want to die. When will I die? But at other times, they are consoled by the fact that now they have two mothers --- Dado Ammi and Nano Ammi. I pray that these precious girls be granted the good of this world and the next and their loss is compensated in a way that cannot be comprehended by us mortals. Ameen!

معمار پاکستان نے کہا

مسلمان اب زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے احکام صرف مذہب یا اخلاق پر ہی محدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ مسٹر گبن نے کہا کہ بحر اوقیانوس سے دریائے گنگا تک قرآن مجید بنیادی مجموعۂ قوانین تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف مذہبی بلکہ شہری اور تعزیری قوانین کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اور انسانی جسم اور مال کے حقوق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیے ہیں، سب ہی کا نفاذ اسی کے تحت ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ مسلمانوں کا ایسا مجموعۂ قوانین ہے جس میں مذہبی، معاشرتی، شہری، اقتصادی، معاشی، فوجی، عدلیہ، جرائم، تعزیرات، رسوماتِ خوشی و غمی غرض روزمرہ زندگی کی ہر بات کے احکام ہیں۔ جسمانی صحت سے لے کر آخرت کی بخشش تک، فرد کی انفرادی حیثیت سے مجموعی (معاشرتی) حیثیت تک، اخلاقیات سے جرائم تک دنیاوی سزاؤں سے لے کر اُخروی سزاؤں تک سب کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہم پر یہ فرض کر دیا ہے کہ ہم خود اس پر عمل کریں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چند مذہبی عبادات اور رسومات تک محدود نہیں، بلکہ مکمل ضابطۂ حیاتِ دُنیوی و اُخروی ہے۔ (پیغامِ عید، 9 ستمبر 1945ء)

Ayesha Khawaja

LEGACY OF A MOMINAH

The daughter of a friend of mine, a stunning green eyed 27 year old died on the 2nd Ramadan. My sons were in the masjid attending the translation and taraweeh session of her brother-in-law. They told me later that when he reached the ayah 156 of Surah Baqarah:

> "Who, when calamity afflicts them, say: To Allah we belong and to Him is our return. They are those on whom blessings descend from their Lord and they are the ones that are guided"

on that precise moment he received a text message stating that his sister-in-law had breathed her last.

Rohma, the grandchild of Dr. Israr Ahmed رحمه الله, had felt pangs of a stomachache just a month back and had a persistent cough. A CT scan revealed that she had lymphoma that was ravaging her entire body. After two failed attempts, the doctors decided to operate upon her yet again to do a biopsy to get a detailed picture so they could start chemo right away. She dropped her three princesses --- 4½ year old Maryam, 2½ year old Hajrah and 9 month old baby Safia --- at her mother's house and went with her husband and mother-in-law (her khala) to the hospital. Her khala advised her to pray Zuhr and Asr together because they weren't sure how long the procedure would last. Rohma prayed with such humility and presence that even the nurses couldn't help being moved. Before they wheeled her away, she said the Kalma, proclaiming the oneness of Allah and testifying to the Apostleship of Hadhrat Muhammad ﷺ.

Her condition began to worsen after the surgery and she had to be put on the ventilator. Her mother and khala kept a constant vigil by her side, reciting the Quran to her seemingly lifeless form. She was heavily sedated and no movement was detected in her body but one day as her mother read Surah Rahman to her, tears started rolling off Rohma's eyes. Her lips started moving soundlessly in perfect synchronization with the Revealed Words. Even though tubes protruded from her nose and mouth, she finished the Surah in a silent yet powerful confirmation of her faith. After ten days on the life support, the soul left her body for its eternal abode.

> "O contented soul! Return to your Lord, well pleased (with Him) well pleasing (Him). Enter you then among My slaves/devotees and Welcome into My Paradise."
>
> [*Al-Fajr*: 27-30]

Rohma was one of those young people for whom it can rightly be hoped that they would deserve the honor of being under the shade of Allah's Grandiose and Imperial Throne *insha Allah*, for she, according to a hadith that promises that prize, was raised in complete submission to the Will and Decree of the Designer of the Heavens and the Earth. At an age when teenage girls are given to frivolous activities, she was gaining an understanding of the Deen of Allah. After her marriage to Hafiz Mohsin Mahmood, it seemed like they were made for each other --- each excelling the other in virtue and piety. Her husband gave her the impetus to memorize the Word of Allah and she took to it with a passion and love characteristic of her righteous soul.

She devoted herself completely to being a model wife and ultimate teacher and loving mentor to her little girls. The couple used to spend time listening to each others' Quran and utilized their time wisely on earth to serve their Master. In contrast to children who are brought up in a mindless consumption of junk TV, Maryam was being fed the epitome of supreme achievement --- the Noble Quran! (She knows 16 surahs by heart and that shows on her